دنیا میں جنت

تالیف

قطب العارفین حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ ارشد

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا میں جنت

تالیف

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

خلیفه ارشد

قُطب الاقطَاب حَضرت شیخ الحدیث مولانا مُحمّد ذکریّا صَاحب

نُور اللہ مرقدہ

معاونت خصوصی برائے ترتیب وکمپوزنگ

حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۲۱ ذالحجۃ ۱۴۴۳

نوٹ: یہ کتاب قارین کے لیے کتابی صورت میں دستیاب ہے

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد مدنی– خانقاہ مدنیہ اقبالیہ جلیلیہ

سی 307، بلاک 1 ، گلستان جوہر ، کراچی۔۔۔موبایل 0030 9225533 0321 9225533

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَسَادِعُوٓا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ جَنَّةٍ (القرآن)

اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف

دنیا میں جنت

تالیف

قطب العارفین حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب

مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ ارشد

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

فہرست

مضمون	صفحہ
تقریظ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہٗ۔	5
سببِ تالیف ۔	٦
دُنیا میں جنّت کا ثبوت ۔	۷
دنیا کی جنّت سے لُطف اندوز ہونے والوں کی شہادتیں ۔	۹
ملا علی قاری رحمہ اللہ کی رائے ۔	۱۰
دُنیا کی جنّت اُخروی جنّت کی کُنجی ہے ۔	۱۱
دنیا کی جنّت کی عظمت واہمیت ۔	〃
دنیا کی جنّت کہاں ہے ؟	۱۴
ایک اشکال کا جواب ۔	۱۵
دُنیا میں راحت وسکون یعنی حیاتِ طیبّہ والے ۔	۱۸
دُنیا میں وسعتِ رزق والے ۔	۲۱
دُنیا میں برکتوں والے ۔	〃
دنیا میں سہولتوں والے	۲۲

مضمون	صفحہ
دنیا میں مخلوق کے دِلوں میں محبوب اور معزّز	۲۲
دنیا میں سکونِ قلب والے ۔	۲۳
دنیا میں حیاۃِ طیبہ والوں کے دنیاوی مصائب کی حقیقت	۲۴
حقیقت نمبر ۲ ۔	۲۶
فضائل قناعت ۔	۳۰
قناعت والے کے عمل کا درجہ	۳۶
اکابر کی حکایات قناعت کے بارے میں ۔	۳۷
حضرت اقدس مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی کرامت ۔	۴۷
صفتِ قناعت حاصل کرنے کا دستور العمل ۔	۴۸
عابد زاہد فقراء اور مساکین سے تعلق وصحبت رکھنا ۔	۴۹
قلیل روزی پہ قناعت کرنا ۔	۵۰
حضرت ابو درداءؓ کا ارشادِ گرامی	۵۴
سب سے زیادہ سمجھ دار کون ؟	۵۵
امام کبیر شیخ عبداللہ حارثیؒ کا ارشادِ گرامی	〃
حضرت شیخ الحدیثؒ کی اہم وصیّت	۶۰

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہ صدر مفتی خیر المدارس ملتان

رسالہ مُبارکہ " دنیا میں جنّت " مؤلفہ حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم کمال رغبت اور شوق سے دیکھا ——— ماشاء اللہ بہت ہی خوب پایا۔ ایک ایک سطر پر انشراح صدر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

دنیا کی جنّت کے متعلق علامہ ابن تیمیہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ان فی الدنیا جنۃ من — دنیا میں بھی ایک جنت ہے جو
لم یدخلھا لا یدخل جنۃ — اسمیں داخل نہیں ہوا۔ وہ
الاٰخرۃ۔ (الوابل الصیب ص۶۱) — آخرت کی جنّت میں بھی داخل نہ ہوگا

ابن تیمیہ رح کسی وجہ سے جیل بھیج دیئے گئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا:

مرے دُشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ میری جنت اور باغ و بہار میرے سینے میں ہے اگر میں کہیں جاؤں تو میرے ساتھ ہے۔ مجھ سے جُدا نہیں ہوتی ——— (الوابل الصیب ص۶۱)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو حضرت اقدس کے دیگر مُبارک رسالوں کیطرح قبولیت و نافعیت سے نوازیں۔ اور حضرت اقدس کو بایں فیوض و برکات تادیر سلامت باکرامت رکھیں ——— آمین۔ فقط

بندہ عبدالستار عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم الّذی ھو بالمؤمنین رؤف رحیم۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

امّا بعد!

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہٗ قال قال النبّی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنّۃ و منبری علی حوضی۔ (رواہ البخاری ومسلم وغیرھما)

ترجمہ:- حضور اقدس صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو جگہ میرے گھر (یعنی قبر) اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

دنیا کی جنّت کا مرغوب القلوب اور شیریں تذکرہ فخرِ عالم سیّد الکونین صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاد فرمودہ جنّت کے باغ میں اور اس منبر شریف کے سایہ میں جو حوضِ کوثر پر ہوگا بیٹھ کر لکھنا شروع کرتا ہوں، اللّٰہ تعالٰی سہولت سے اختتام بالخیر فرمائے اور اپنے فضل سے قبول فرما کر مؤلف اور ناظرین کو دارین میں اپنی رضا و محبّت اور جنّت عطا فرمائے۔

سببِ تالیف

آخرت کی جنّت کا تعارف و تذکرہ اس قدر عام ہے کہ اس کی بہت سی تفاصیل

مسلمانوں کے بچّہ بچّہ کو معلوم ہیں، اجمالاً غیر مسلم بھی اس سے ناواقف نہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد مسلمانوں کے عقیدہ میں نیک لوگوں کے لئے ایک مقام ہے جہاں ہر طرح کی راحت و آسائش، عزت و شرف، فرحت و شادمانی اور حُسن و جمال ہوگا۔ اسی کو جنّت کہتے ہیں۔

جنّت کے متعلق۔ اس کی قرآن و حدیث میں آمدہ تفصیلات کے ساتھ۔ ہر اُدنیٰ سے اُدنیٰ مسلمان کو کوئی شک نہیں اگر کچھ شک بھی ہو تو آدمی کافر ہو جائے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دُنیا کی زندگی آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے مقابلہ میں محض ایک خواب کی طرح ہے، مگر جیسے سوئے ہوئے کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں اور خواب میں چند لمحوں کی عارضی خوشی یا غم سے بہت متأثر ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح آجکل نفس کی صفات اور مادیّت کے غلبہ کے سبب دُنیا کے نقد اور حاضر عیش و آرام اور عزت ہی پر نظر رہتی ہے اسی کے حصول کی ہر وقت کوشش رہتی ہے اور یہ ایسا مقصود بنا ہُوا ہے کہ آخرت کی دائمی جنّت کی طرف۔ باوجود اس کے علم و عقیدہ کے۔ التفات ہی نہیں رہا۔ اس لئے بندہ کو خیال ہوا کہ چلو اُس چیز کو بیان کروں جس کو ہم سب ہی چاہ رہے ہیں۔ کہ اس کی طرف کمالِ التفات ہو مگر جہالت کی وجہ سے اپنی اس مرغوب دُنیاوی جنّت سے بھی محروم ہیں اور خسر الدُّنیا والآخرۃ کے مصداق بن رہے ہیں۔

دُنیا میں جنّت کا ثبوت

اللہ تعالیٰ جو رحمٰن اور رحیم ہے اور کریم اور وُدود بھی ہے وہ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ شفیق ہے، ماں کبھی یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس کا بچہ کبھی کسی وقت بھی تکلیف اور ذلّت میں رہے۔ لہٰذا اللہ جلّ شانہٗ کے کمالِ رحمت و محبّت

کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کے بندے کسی وقت بھی تکلیف اور ذلت اور تنگی میں نہ رہیں بلکہ دنیا اور آخرت میں وہ باعزت اور راحت و عیش میں رہیں جبکہ اس نے اپنے بندوں کو اپنی ساری مخلوق میں اشرف بنایا بلکہ ساری مخلوق کو اپنے بندوں ہی کی خدمت و مصلحت کے لئے پیدا فرمایا اور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ ءَادَمَ فرما کر کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھا۔ ان کی خلقت کو احسن تقویم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں یعنی غیب کی دونوں قوتوں ظاہر و باطن سے بنایا ہے، پھر اس میں ایک غیر مرئی نور رکھا۔

چنانچہ حدیث پاک میں آیا کہ ادنیٰ مومن کا نور اگر ظاہر ہو جائے تو یہ سورج اور چاند ماند پڑ جائیں۔ پھر اس کی یہ قدر دانی فرمائی کہ خود کو اس کا خریدار فرمایا۔

إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ

اور ساری مخلوق میں سے اس کو اپنی صفاتِ عالیہ کا مظہر اتم بنایا۔

بندہ کی شان کے متعلق حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:۔

ؔ احسن التقویم در والتین بخواں
کہ گرامی گوہر است اے دوستِ جاں

انسانِ کامل کی تعریف سورہ والتین میں پڑھئے کہ یہ انسان کتنا قیمتی اور بے بہا ہستی ہے۔

ؔ احسن التقویم از فکرت بروں
احسن التقویم از عرش فزوں

انسان کا کمال اور خوبی خود انسان کی سمجھ سے باہر ہے کہ یہ انسان عرش سے بھی بہتر ہے۔

ؔ کعبہ ہرچند یکہ خانہ بر اوست
خلقت ما نیز خانہ سر اوست

کعبۃ اللہ اگرچہ بہت سی خوبیوں سے پُر ہے لیکن ہمارا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے اسرار کا خزانہ ہے۔

لہٰذا رحیم وکریم کی اپنی بنائی ہوئی ایسی پیاری چیز کہ جس کو کمال جود وسخا کی وجہ سے جنّت کے بدلہ خرید بھی لیا ہو اس کی محبت اور شفقت کیلئے گوارا کر سکتی ہے کہ وہ بندہ کو جنّت دینے میں ایک منٹ بھی دیر کرے، لہٰذا دُنیا میں بھی جنتی کیلئے کہیں ایک جنّت ضرور ہوگی۔ ہمیں اس کو تلاش کرکے اور اس میں داخل ہو کر لطف اندوز ہونا چاہیئے۔

دُنیا کی جنّت سے لُطف اندوز ہونیوالوں کی شہادتیں

دُنیا میں جنّت ہونے کا گمان محض ایک عقلی اندازہ نہیں ہے بلکہ جن سچّے اور معتبر لوگوں نے اس کو حاصل کر لیا۔ انہوں نے بھی قسمیں کھا کھا کر اس کے وجود کو بیان کیا ہے، چنانچہ صادقِ مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دُنیا میں جنّت کے باغوں کی خبر دی ہے جس میں ایک باغ تو اپنے گھر اور منبر کی جگہ کو فرمایا جہاں رحمۃ اللعالمینؐ کے سب اُمتیوں کا پہنچنا مشکل تھا اس لئے دوسرے بہت سے باغوں کی بھی اس طرح خبر دی کہ فرمایا :۔

" جب تم جنّت کے باغوں میں گذرو تو وہاں خوب چَرا کرو "

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان باغوں میں رہنے والے جنّتیوں کا دُنیاوی حال اپنی کتاب " غنیۃ الطالبین " میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے قُرب کے جلوہ کے ساتھ منوّر کر دیا، ان کو اپنی محبت کے واسطے مخصوص فرما لیا یہ لوگ اس کی محبّت میں آرام و قرار پکڑتے ہیں، ان کے نورِ معرفت میں ہر روز زیادتی ہوتی رہتی ہے اور محبوبِ حقیقی اور معبود سے دن بدن ان کو قرب ہوتا جاتا ہے اور ایسی نعمتوں میں ہیں جو ختم ہونے والی نہیں، ان پر بخشش مبذول ہو رہی ہے،

جو کبھی منقطع نہیں ہوگی، وہ ایسی خوشیوں میں ہیں جن کی اِنتہا نہیں اور جب ان کی مستعار زندگی (دُنیاوی زندگی) کے دن پُورے ہوجاتے ہیں تو وہ اس وقت اس فانی سرائے سے جاودانی مُلک کی طرف بہت آمادگی (خوشی) کے ساتھ کوچ کرتے ہیں کہ اس وقت ان کو خطاب ہوتا ہے یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

یعنی اے وہ شخص جس نے (دُنیا میں) چین پکڑ لیا ہے اپنے رَب کی طرف چل اس حال میں کہ تُو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری (آخرت کی) جنّت میں۔

مشکوٰۃ شریف کے شارح، مشہور محدّث اور فقیہ حضرت علی بن سلطان محمّد القاری قدس سرہ الباری فرماتے ہیں

قال العارفون ولمن خاف مقام ربّه جنّتان، جنّة عاجلة فی الدنیا و جنّة آجلة فی العقبٰی فالاول وسیلة للاخرٰی والاخرٰی نتیجة للاولٰی وقد اشیر الٰی هذا المعنٰی فی قوله

عارفین نے فرمایا ہے (اور بعض مفسّرین نے بھی بطور تفسیر اعتباری کے یہی فرمایا ہے) ولمن خاف مقام ربّه جنّتان کی تفسیر میں ایک جنّت تو سرِدست اسی دُنیاوی زندگی میں ہے اور ایک جنّت مرنے کے بعد آخرت میں ملے گی۔ پہلی وسیلہ ہے دوسری کا اور دوسری نتیجہ ہے پہلی کا اور اس کی طرف

فهرست مضامين

تعالیٰ ان الابرار لفی نعیم۔ (مرقاۃ ص ۳۳۵/۵)

اللہ تعالیٰ کے قول " ان الابرار لفی نعیم " میں اشارہ کیا گیا ہے یعنی نیک بندے اس وقت بھی نعمتوں میں ہیں۔

دُنیا کی جنّت اُخروی جنّت کی کُنجی ہے ،

اس لئے دُنیا کی جنّت سے کوئی بڑا سے بڑا زاہد بھی مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اس دُنیا کی جنّت کے متعلق شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ صاف صاف کُھل کر فرماتے ہیں۔

ان فی الدنیا جنۃ من لم یدخلہا لا یدخل جنۃ الآخرۃ (الوابل الصیب ص ۶۰)

دُنیا میں بھی ایک جنّت ہے جو اس میں داخل نہیں ہُوا وہ آخرت کی جنّت میں بھی داخل نہ ہوگا۔

• ایک دفعہ اپنے شاگردِ رشید امام حافظ ابنِ قیمؒ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا:۔

ما یصنع اعدائی بی؟ انا جنتی وبستانی فی صدری ان رحت فہی معی لا تفارقنی، (الوابل الصیب ص ۶۰)

میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ میری جنّت میرے سینہ میں میرے ساتھ ہے: اگر میں کہیں جاؤں تو مجھ سے جُدا نہیں ہوتی۔

دُنیا کی جنّت کی عظمت و اہمیّت

(۱) مذکورہ بالا اقوال کو پڑھ کر تو معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی جنّت کی اصل بھی

یہ دنیا کی ہی جنّت ہے مگر دنیاوی جنّت کی مثال بڑ کے درخت کے بیج کی طرح ہے، اور اخروی جنّت کی مثال درخت کی طرح ہے کہ اس بیج کے چھوٹے سے دانہ کے مقابلہ میں اس کا درخت کروڑہا گُنا بڑا ہوتا اور اس میں ایسے ایسے بیج لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں جن سے درختوں کے جنگل کے جنگل پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اس ذرا سے دانہ کے بغیر کوئی درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی مناسبت سے کہا گیا ہے۔ الدُنیا مزرعۃ الآخرۃ۔

(۲) دُنیا کی جنّت کی شان میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دیگر اقوال نقل فرماتے ہیں جو اس جنّت سے لُطف اُٹھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

فسبحان من اشھد عبادہ جنۃً قبل لقائہ وفتح لھم ابوابھا فی دار العمل، فاتاھم من روحھا ونسیمھا وطیبھا ما استفرغ قواھم لطلبھا والمسابقۃ الیھا۔	پاک ہے اُس اللہ کی ذات جس نے اپنے (بعض) بندوں کو اپنی ملاقات سے پہلے ہی جنّت کا مشاہدہ کرا دیا اور اس دنیا ہی میں اس کے دروازے کھول دیئے جس سے ایسی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آئیں جنہوں نے ان کو ہمہ تن اس جنّت کی طلب اور اس کی طرف مسابقت میں ان کو لگا دیا۔

... ...

وکان بعض العارفین یقول لو علم الملوک وابناء الملوک ما	بعض عارفین کہا کرتے تھے اگر ان بادشاہوں اور شاہزادوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس راحت

نحن فيه لجالدونا عليه بالسيوف . . . . . .

وچین میں ہیں تو اس کے حصول کے لئے یہ ہم سے تلوار بازی سے بھی دریغ نہ کریں۔

وقال آخر، مساكين اهل الدُّنيا خرجوا منها وما ذاقوا اطيب ما فيها، قيل وما اطيب ما فيها قال محبّة الله تعالىٰ ومعرفته وذكره

بعض عارفین نے فرمایا کہ یہ بیچارے دنیا والے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر یہاں کی سب سے عُمدہ چیز کو چکھا تک نہیں، کسی نے پوچھا کہ وہ کیا ہے عمدہ چیز؟ تو جواب دیا اللہ تعالیٰ کی محبّت، اس کی معرفت، اُس کا ذکر اور اس کی یاد۔

وقال آخر انه لتمر بالقلب اوقات يرقص فيها طربًا۔

بعض نے فرمایا کہ قلب پر بعض اوقات ایسے گذرتے ہیں کہ قلب مارے خوشی کے ناچنے لگتا ہے۔

وقال آخر، انه لتمر بي اوقات اقول ان كان اهل الجنّة في مثل هذا

بعض دوسرے فرماتے ہیں مجھ پر (خوشی کے) بعض اوقات ایسے گزرتے ہیں کہ بے اختیار کہہ اُٹھتا ہوں کہ اگر جنّت

انہم لفی عیش طیب ۔ (الوابل الصیب ص۱۶) | والوں کو بھی یہ حال نصیب ہے تو پھر اچھے حال میں ہیں۔

رسالہ " فضائلِ رمضان " میں مُرشدِ عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرتِ اقدس شاہ عبدالرحیم رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق لکھا ہے کہ کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ تمام شب کی مقدار سحر وافطار بے دُودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ضعف بہت ہو جائے گا۔ حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ الحمدُللہ جنت کا لُطف حاصل ہو رہا ہے (اور سُنا ہے کہ اس وقت چہرہ مبارک انار کی طرح سُرخ تھا۔)

دُنیا کی جنّت کہاں ہے؟

اور یہ سارے لطف کب اور کس وجہ سے حاصل ہوتے ہیں

آج کل انسان نے ساری دُنیا چھان ماری ہے حتیٰ کہ چاند تک بھی دیکھ لیا مگر شہادت دینے والے جنّتیوں کے علاوہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا، جواب یہ ہے کہ اس جنّت کو غیر جنّتیوں سے اس طرح پوشیدہ کر رکھا ہے، جیسا آخرت کی جنّت منافقین سے پوشیدہ کر دی جائے گی۔ چنانچہ جنّت کے پیدا کرنے والے علیم وحکیم جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

فضرب بینھم بسور لہٗ | یعنی اس کا ایک دروازہ ہے

باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب۔ | کہ اس کے اندر تو رحمت ہی رحمت ہے اور باہر کی جانب عذاب ہے

ایک اشکال کا جواب

اور حدیث پاک میں جو دُنیا کو مؤمن کے لئے قید خانہ فرمایا گیا ہے وہ اسی لحاظ سے ہے کہ ظاہری اسباب و سامان کے اعتبار سے آخرت کے سامان اور وسعت اور آزادی کے مقابلہ میں دُنیا ان کے لئے قید خانہ ہے لیکن پوشیدہ حالت کے اعتبار سے یہ قید خانہ بھی جنّت ہی ہے۔ اسی طرح دُنیا کا کافر کے لئے جنّت ہونا اسی ظاہری لحاظ سے ہے کہ ان کا ظاہری سامانِ راحت ہمیشہ ہمیشہ کے مصائب کے مقابلہ میں جنّت ہے۔ یا یوں سمجھیں کہ شاہزادہ کے لئے شاہی مدرسہ جس میں تمام اساتذہ اپنے کو شاہزادے سے کم ہی سمجھتے ہیں اور دل سے عزّت و محبّت کرتے ہیں۔ اس کی تکالیف کا خیال کرتے ہیں اور ہونہار سمجھدار بچّہ وہاں علوم حاصل کرنے میں لُطف اُٹھاتا ہے اور اپنی ترقیات کی اُمیدوں میں خوش رہتا ہے، مگر پابندیاں بھی ہوتی ہیں، اس لئے شاہی محل کے لحاظ سے وہ اس کے لئے قید خانہ ہوتا ہے اور فقیر نادار کے بچّہ کے لئے وہ مدرسہ، جبکہ اس کو وہاں تعلیم حاصل کرنا مقصود بھی نہ ہو صرف مدرسہ کی بلڈنگ میں چند گھنٹے آرام سے گذارنے اور کھیلوں میں حصّہ لینا ہی مقصد ہو۔ شاہی محل ہوتا ہے۔

یہ مثالیں صرف سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ دنیا اور آخرت کے فرق میں تو کوئی نسبت ہی نہیں۔

بہر حال دُنیا کی اس پوشیدہ جنّت کو اپنے اندر جنّتیوں کی صفات پیدا کئے

بغیر نہیں دیکھا جا سکتا، البتہ اس جنّت کی نعمتوں کے نام اور اس کی صفات بیان کی جا سکتی ہیں، مگر کیفیت کا بیان پھر بھی ممکن نہیں۔

جس طرح اُخروی جنّت کی نعمتوں کے متعلق آیا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ، اسی طرح دُنیا کی جنّت کی نعمتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ قاہرہ سے نااہلوں پر پوشیدہ کر رکھا ہے اور سمجھ دار لوگ ان کو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں جیسا کہ اُوپر کے اقوال میں بیان ہوا۔ اور جُہلاء، ان نعمتوں کے صرف نام ہی جانتے ہیں۔ ان کی حقیقت سے اس قدر ناواقف ہیں کہ مصائب و تکالیف اور ذلتوں کو نعمت سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے قرآن پاک میں ان جہلاء کو جانوروں کے مثل بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور دھوکہ میں پڑے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ جیسے بچّہ جاہل اصلی سانپ کو خوبصورت چیز سمجھ کر ہاتھ مارتا ہے۔ اور بڑا اندھیرے میں دھوکہ کھا کر ربڑ کے نقلی سانپ سے بھی ڈر جاتا ہے۔

یہی حال نعمتوں اور مصیبتوں کا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ جنّت کی نعمتیں راحت و سکون، عزّت و شرف، فرحت و شادمانی اور حُسن و جمال ہیں۔ جہاں یہ ہوں گی وہی جنّت ہوگی۔ اور جہاں اس کے برعکس حالت ہوگی وہ دوزخ ہوگی۔

اب جس نے کوئی چیز کبھی دیکھی اور چکھی ہی نہ ہو وہ اس کی حقیقت کو کیا جانے گا صرف نعمتوں کے نام سُن کر اپنی جہالت سے ان کو غلط چیزوں میں تلاش کرکے بجائے نعمتوں کے مصیبتوں اور ذلّتوں میں پھنس جائے گا، پھر اپنے دو دشمن، نفس و شیطان کے دھوکہ دینے اور بے وقوف ہم جنسوں کے غلبہ کی وجہ سے اپنے اسی غلط راستہ میں کوشش کرتا رہے گا۔ اور سمجھ دار اہلِ نعمت اس کی بیوقوفی پر ترس کھائے گا اور دھوکہ پر ہنسے گا۔

یہ تو ہر شخص مانتا ہے کہ ہر کوشش کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اگر وہ مقصود حاصل ہو تو کوشش درست کہلاتی ہے ورنہ وہ کوشش فضول ہوتی ہے۔ جیسے کسی چیز پر دَوا کا لفظ لکھا ہُوا ہو تو اگر وہ چیز مرض کو دُور کرے تو اچھی ہے اگر اس کے استعمال سے مرض بڑھ جائے تو فوراً قابلِ ترک ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی کہے کہ چونکہ اس چیز پر قیمتی دَوا لکھا ہُوا ہے اس لئے اس کو کھاتے ہی رہنا چاہیئے تو وہ احمق کہلائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ہر شخص مانتا ہے کہ دُنیا کی چیزوں مال و جائیداد، اولاد و حکومت وغیرہ سے مقصود اصلی عزّت و راحت و سکون اور لذّت وغیرہ نعمتیں حاصل ہونا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نعمتوں سے لُطف اندوز ہونے کا محل انسان کی رُوح اور قلب ہی ہے اگر رُوح و قلب کوئی لذّت محسوس نہ کریں تو کسی نعمت کا کوئی فائدہ نہیں، اگر رُوح و قلب کو یہ نعمتیں حاصل نہیں ہورہیں تو کہا جائے گا کہ حاصل کردہ مال اور چیزوں سے مقصود حاصل نہیں ہورہا۔ اب یہی دیکھنا ہے کہ آیا مال و دیگر چیزوں سے ہماری رُوح کو سکون اور خوشی حاصل ہورہی ہے یا نہیں۔ جو شخص اپنے کو دھوکہ اور حماقت سے نکالنے کا ارادہ کرکے مال والوں کے قلبی احوال معلوم کرے گا یقیناً ان سب کو مصیبت اور پریشانی ہی میں پائے گا، کبھی تو ان کی پریشانی اور تنگی ان کی ظاہری حالت سے بھی معلوم ہو جائے گی اور کبھی ظاہر میں خوشحالی معلوم ہو تو تعلق پیدا کرکے اندرونی حال کا پتہ لگالیں سخت پریشانی ہوگی، اور اگر کہیں مال والوں میں کوئی حقیقی نعمت یعنی راحت و سکون وغیرہ ملے گا بھی تو سکون کا سبب اصلی مال نہیں ہوگا بلکہ دوسرا ایسا سبب ہوگا جو فقیر و مال دار دونوں میں مشترک ہوگا۔ صرف مال سے ان کے راحت و سکون کا تعلق نہیں ہوگا۔ اس بات کو جو چاہے آزما دیکھے مگر دُنیا والوں کے احوال کا مشاہدہ کرنے اور اندرونی حالات کی تحقیق کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ یہاں ہمارے مخاطب مسلمان بھائی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ نعمتوں کے

پیدا کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں اور پیدا کرنے کے بعد بھی یہ نعمتیں انہیں کے قبضہ میں ہیں۔ ان جنتی نعمتوں کے بارے میں انہیں کا قول، ان کے سچے رسولؐ کا ارشاد ہی سچا ہے چاہے وہ ہمارے ناقص مشاہدہ کے خلاف ہو۔

لہٰذا اب ہم پہلے قرآن وحدیث کے ارشادات نقل کرتے ہیں پھر اہلِ نعمت کی زبانی ان نعمتوں کا حال بیان کریں گے ــــ پھر نعمت والوں میں شامل ہونے کا طریقہ عرض کریں گے جو کہ خود ہی واضح ہو جائے گا کہ اس کے لیے کچھ لمبا چوڑا کام نہیں کرنا پڑتا صرف سچی باتیں دل میں بیٹھ جانا کافی ہوتا ہے ــــ اور آخر میں اپنے چند اکابر اہلِ نعمت کی زندگی کے قصے بیان ہوں گے تاکہ اپنے جیسے انسانوں کے نمونے سامنے آکر جنت کے آسان راستے کی ہمت وقوت پیدا ہو جائے اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

دُنیا میں راحت وسکون یعنی حیاۃِ طیّبہ والے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل)
فهذا فی الدنیا ثم قال وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
فهذا فی البرزخ والآخرة

جو کوئی نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو دُنیا میں بالطف زندگی دیں گے اور آخرت میں ان کو ان کے اچھے کاموں کے عوض نیک بدلہ دیں گے۔

محققین ائمّہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ وغیرہم نے اس آیت میں حیاتِ طیّبہ کی تفسیر حیاتِ دُنیوی ہی سے کی ہے اور فرمایا ہے کہ حیاتِ طیّبہ سے مُراد وہ زندگی

ہے جس میں سکون واطمینان حاصل ہو۔ (روح المعانی)

اور یہ زندگی صرف ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن کو قناعت کی دولت نصیب ہو اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کی قسمت میں لکھ دیا ہو، اسی پر راضی ہوں اور طمع سے آزاد ہوں۔ جس کو یہ چیز حاصل نہیں وہ ہزار اسباب راحت اور ہر قسم کے مال و دولت کے ہوتے ہوئے بھی تنگ اور پریشان رہتا ہے اور اپنے حرص اور طمع کی وجہ سے کسی حد پر مطمئن نہیں ہوتا ہر وقت دولت بڑھانے کی فکر میں سرگرداں رہتا ہے اور جب کوئی امر ذہنی منصوبہ کے خلاف سامنے آتا ہے تو تقدیر الٰہی پر رضامند نہ ہونے کے سبب اتنا پریشان ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات خودکشی کی نوبت آجاتی ہے جیسا کہ سرمایہ داروں کے بہت سے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ اسی مضمون کو آیت ذیل میں بصراحت بیان فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی (القرآن)	• جو شخص میری نصیحت سے اعراض کریگا تو اس کے لئے قیامت سے پہلے (دنیا اور قبر میں) تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے دن ہم ان کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے۔

تشریح :۔ اس آیت شریفہ میں اللہ جل شانہٗ — جو حقیقت حال کو جاننے والے ہیں نے ہر اس شخص کے لئے فرمایا کہ جو ذکر سے غافل ہے اس کی زندگی ہم تنگ کر دیں گے۔ اب اگر کوئی ذکر سے غافل شخص خوشحال اور وسعت والا نظر آتا ہے تو اس کی خوشحالی محض دھوکہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد تو سچا ہے اور ہمارا مشاہدہ غلط ہے جو کہ کھوج لگانے سے واضح ہو جایا کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (نحل)

اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اٹھایا گیا پر ہم انکو ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے۔ اگر ان کو معلوم ہوتا۔

وقال تعالیٰ - وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (هود)

اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اس کی طرف کہ فائدہ پہنچائے تو تم کو اچھا فائدہ ایک وقت مقرر تک (یعنی دنیا میں) اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی (آخرت میں)

وقال تعالیٰ، قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر)

تو کہہ اے بندے میرے جو یقین لائے ہو ڈرو اپنے رب سے، جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں ان کے لئے بھلائی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے، صبر کرنے والوں ہی کو ملتا ہے ان کا ثواب بے شمار۔

دُنیا میں وُسعت رزق والے ،

قال تعالیٰ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ــ (القرآن)

اگر وہ لوگ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور اُس کتاب کو جو اُن نازل کی گئی ان کی طرف اُنکے رَبّ کی جانب سے (یعنی قرآن) تو البتہ کھاتے وُہ لوگ اپنے اُوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔

مُراد یہ ہے کہ ان پر پُورا پُورا عمل کرتے۔ تورات و انجیل پر عمل کرنا یہی ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر حسب عہد تورات و انجیل کے ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرتے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔

دُنیا میں برکتوں والے ،

قال تعالیٰ ، وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا

یعنی اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے البتہ کھول دیتے ہم ان پر طرح طرح کی برکتیں آسمان اور زمین سے لیکن انہوں نے تو جھٹلایا پس پکڑ لیا ہم نے ان کو

يَكْسِبُوْنَ (القرآن) | بسبب ان اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔

دُنیا میں سہولتوں والے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ، (القرآن)	جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی راہ (یعنی ہر قسم کی دشواری و تنگی سے ان کو نجات ملتی ہے)۔ اور رزق عنایت فرماتے ہیں ایسی جگہ سے کہ وہ گمان بھی نہیں کرتا

دُنیا میں مخلوق کے دِلوں میں محبوب اور معزز

قال تعالیٰ - وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین (منافقون)	اللہ تعالیٰ کے لئے ہی عزت اور ان کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے۔
یرفع اللہ الذین آمنوا منکم -	اللہ تعالیٰ مراتب بلند کریں گے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے تم میں سے۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا (مریم)	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے بہت جلد پیدا کر دیں گے اللہ تعالیٰ انکی محبت

اور ایک حدیث میں بھی یہی مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں۔ اوّل فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فلاں شخص سے محبت کرو، پھر دنیا میں منادی کرا دی جاتی ہے۔ فیوضع لہ القبول فی الارض یعنی دنیا میں اس کیلئے قبولیت مقرر کر دی جاتی ہے، اس کی قبولیت کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حیوانات وجمادات تک اس شخص کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔

دنیا میں سکون قلب والے

قال تعالیٰ: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب	آگاہ ہو جاؤ اللہ ہی کی یاد سے چین پاتے ہیں دل۔

اللہ والوں پر عزت وخوشی کے ایسے اوقات، قلوب کا یہ سکون اور گذشتہ اوراق میں مذکورہ تمام لذتیں اور عزتیں جو فرماں بردار بندوں کو حاصل ہوتی ہیں ان کے حصول کی وجہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فاذکرونی اذکرکم" اور "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" سے ظاہر ہوتی ہیں، اللہ والوں پر لذت وخوشی کے ایسے اوقات اس وقت آتے ہیں جب وہ پوری ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا کرتے ہیں جس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف بندہ کی طرف رحمت کے ساتھ توجہ کی جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فاذکرونی اذکرکم"۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، بندہ کے دل پر بارگاہِ عالی سے فیوض و برکات کا نزول ہوتا ہے اور معارف و اسرار و مناجات کے راز و نیاز اس کے قلب پر مینہ کی طرح برستے ہیں اور بندہ اپنے مالک اور محبوبِ حقیقی کی معیّت و حضوری کا اپنے باطن سے مشاہدہ کرتا ہے۔ یہی مشاہدہ بالیقین جب راسخ ہوجاتا ہے تو ہر آن و ہمہ وقت جمال و جلال کے مشاہدہ میں مشغول ہوجاتا ہے اسی کو وصول کہتے ہیں۔ اسی حالت کے حصول پر دلوں کو سچّا انس اور حقیقی دلبستگی اور واقعی لذّت ملتی ہے۔ ایسا واصل باللہ محب جب اتباعِ سُنّت میں پوری کوشش کرتا ہے تو مقبول و محبوب ہوجاتا ہے اور اس کی محبوبیّت کا اعلان آسمانوں پر کر دیا جاتا ہے۔ پھر دُنیا میں اس کی قبولیت رکھدی جاتی ہے اور وہ بندہ دُنیا ہی میں مقعدَ صدقٍ عند ملیک مقتدر پر قرار پکڑ لیتا ہے قلبی طور پر محبوب کے آمنے سامنے ہوجانے کی یہ بات دُنیا میں جنّت حاصل ہونا ہے جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی۔ جیسے آخرت کی جنّت میں سب سے بڑی لذّت اور سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے جو وہاں ان ظاہری آنکھوں سے بھی ہوگا لیکن یہ دیدار کی نعمت کسی کو تو ہر وقت حاصل رہے گی، کسی کو ہفتہ میں ایک مرتبہ، کسی کو سال میں ایک مرتبہ حسبِ مراتب حاصل ہوگی۔ اسی طرح دُنیا میں حضوری کی یہ خاص لذت ہر وقت نہیں رہتی۔ حسب مراتب کم و بیش حاصل ہوتی ہے چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس نعمت کو دُنیا میں جتنا بڑھا لیا جائے گا آخرت کی جنّت میں دیدارِ الٰہی کی نعمت اسی قدر زیادہ ملے گی، گو یہ سب کچھ وہبی ہے لیکن اس کے حصول کے اسباب میں کوشش کرنا اختیاری ہے جس پر عطا ہوجاتی ہے۔

دُنیا میں حیاۃِ طیّبہ والوں کے دُنیاوی مصائب کی حقیقت

حقیقت نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں پر آنیوالے مصائب

کا ظاہر تو مصیبت ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ راحت ہوتی ہے جیساکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا جب ان کو قلعہ دمشق میں قید کر دیا گیا قلعہ کی اندرونی دیوار کو دیکھ کر فرمایا: بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ۔

"یعنی اس کا ایک دروازہ ہے اس کے اندر تو رحمت ہی رحمت ہے اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہے۔"

اور شیخ الاسلام اپنے اس حال پر اتنے خوش تھے کہ قلعہ میں اپنی مجلس میں فرماتے تھے کہ اگر میں اس قلعہ بھر کر سونا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کروں تو بھی اس نعمت کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ انتہی۔

البتہ کبھی کبھی اللہ والے بھی ظاہری مصائب سے وقتی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں اور اس کے اندر کی نعمت سے ان کو وقتی طور پر ذہول ہو جاتا ہے تو ایسے اوقات میں رحمتِ الٰہی ان کی دستگیری کرتی ہے اور ان کو اس نعمت کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے جیساکہ کسی وقت تھوڑی دیر کے لئے دنیا دار بھی سامانِ راحت کو راحت سمجھ جاتے ہیں بعد میں اس سامان سے مسلسل تکلیف پہنچتی ہے۔

چنانچہ ایک حکایت ہے کہ ایک فقیر صاحب دل جب صبح صبح شہر میں داخل ہونے لگا تو شہر کی فصیل کے دروازوں کو بند پایا تو دربانوں سے پوچھا کہ آج دروازے کیوں بند ہیں۔ دربانوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا باز گم ہو گیا ہے اس لئے بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ شہر کے دروازے بند کر دیئے جائیں کہ کہیں باز باہر نہ نکل جائے، یہ بات سن کر فقیر نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا، یا اللہ عجب تیری شان ہے ایسے بیوقوفوں کو بادشاہ بنا رکھا ہے اور ہم کو اس حال میں رکھا ہے کہ نہ پہننے کو نہ کھانے کو، اس پر فوراً الہام ہوا کہ کہو تو تمہیں اس کی جگہ کر دیتے ہیں اور تمہاری

دولت اس کو دے دیتے ہیں! یہ سُن کر فقیر کو تنبہ ہُوا اور کانپ گیا اور فوراً سجدہ میں گر کر معافی مانگنے لگا۔

اور یہ بات کوئی خواص اولیا کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ عامی مسلمان کہ ادنیٰ درجہ ولایت کا اس کو بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ بادشاہت کو اپنے ایمان پر قربان کرنے کو تیار رہے۔

حقیقت نمبر ۲ جو لوگ عبد و معبود کے تعلقات کو نہیں جانتے، خالق کون و مکان جل مجدہ کے عادات سے ناواقف ہیں ان کو یہ پتہ نہیں کہ مخلصین و عارفین و کاملین پر بلائیں اور مصیبتیں کیوں آتی ہیں، اس عقدہ کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اور کوئی نہ کھول سکتا در حقیقت بات یہ ہے کہ باوجود بہت زیادہ عابد و زاہد محسن و مخلص ہونے کے جو خطائیں اور لغزشیں ہو جاتی ہیں ان کا کفارہ فرمانے کے لئے اور بلند درجات عطا فرمانے کے لئے ان کو طرح طرح سے تکلیفوں میں ڈالا جاتا ہے، حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"ثواب کی بڑائی مصیبت کی بڑائی کے ساتھ ہے اور بلاشبہ اللہ عزّ و جل جب کسی جماعت سے محبّت فرماتے ہیں تو ان کو تکلیفوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں، پھر جو شخص اللہ تعالیٰ کی قضاء (یعنی فیصلہ) پر راضی رہا تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جو ناراض ہُوا اس کے لئے ناراضگی ہے"!

ایک اور حدیث میں ہے۔

"مؤمن مرد اور عورت کو اس کی جان و مال میں اور اولاد میں تکلیف پہنچتی رہتی ہے اور اس طرح وہ تکلیفیں اُٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ بھی باقی نہیں رہتا"! (یہ دونوں حدیثیں سنن ترمذی میں ہیں")

ایک اور حدیث میں ہے :-

حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ "بلاشبہ بندہ کے لئے جب کوئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اور تقدیر میں مقرر ہوتا ہے جس پر وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچتا تو اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کی جان یا مال یا اولاد میں دُکھ تکلیف اور نقصان بھیج کر مُبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس کو اس پر صبر بھی دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے جو اس کے لئے مقرر اور مقدّر رہے۔" (احمد، ابو داؤد)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا پیارا کوئی بھی نہیں اور مصائب ان ہی پر زیادہ آتے رہیے ہیں حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ سب سے زیادہ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا ابتلاء سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے ان کے بعد جو جس قدر دینی اعتبار سے افضل ہوگا اپنی حیثیت کے اعتبار کے مطابق تکلیفوں میں مبتلا ہوگا۔ (ترمذی)

حضرات عارفین چونکہ ان باتوں کو جانتے ہیں اس لئے ہر مصیبت کو اپنے لیے نعمت سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دفع ہونے کی دُعا بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی محبوبِ خدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّت ہے۔ اسی طرح بیماری کے وقت وہ سمجھتا ہے کہ یہ محبوب کی طرف سے آئی ہے اور ؎

ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

بلکہ گویا محبوب کنکریاں مار رہے ہیں اور مجھے دیکھ رہے وہ چاہیں تو فوراً دُور کر دیں مگر وہ اس وقت میرے ساتھ یہی معاملہ چاہ رہے ہیں اس میں ان کو تو کوئی فائدہ نہیں وہ تو غنی مطلق ہیں۔ یقیناً اس میں میرا ہی کوئی فائدہ ہوگا جس کا مجھے

علم نہیں پھر اس فائدہ کے علاوہ میرے گناہ بھی معاف ہوں گے، مجھے اس کے بدلہ جنّت کے درجات ملیں گے۔ اس کو اپنے محبوب کے سچّے رسولؐ اور حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی یہ حدیث بھی یاد ہے کہ:۔

"اہلِ بلا کو جنت میں جب ان بلاؤں کا بدلہ ملے گا تو وہ لوگ تمنّا کریں گے کہ کاش ہمارے جسم دُنیا میں قینچیوں سے کاٹے جاتے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح)

اب وہ محبوب کی رضا کے لئے اس کے حکم کے مطابق اپنی تکلیف کے بارے میں محبوب سے سرگوشی کرتا ہے، عاجزی سے باتیں کرتا ہے کہ میں کمزور ہوں، تکلیف ہو رہی ہے، بے شک اس میں آپ کی مہربانی و لُطف عیاں ہے اور میں آپ کی مہربانی کا محتاج بھی ہوں تاہم اب آپ اپنے لطف کو صحت کی شکل میں عطا فرمائیں۔ اس کو یقین ہے کہ محبوب میری باتیں سُن کر خوش ہو رہے ہیں اور قبول فرما رہے ہیں، اگر فوراً آرام نہیں ہوتا تو یقین کرتا ہے کہ ابھی اس حالت میں رہنا ہی میرے لئے مصلحت ہے۔

اگر رونا مرا خوش آ تا ہے
یہ درد و رنج تجھ کو بھاتا ہے
تو درد و غم سے نت روتا رہوں گا
تری اُلفت میں جی کھوتا رہوں گا

مگر میری درخواست بیکار نہیں صحت کے بجائے کوئی اور نعمت ملے گی اور عاشق کے لئے سب سے بڑی نعمت تو یہی ہے کہ محبوب سے راز و نیاز کی اور باتیں کرنے کی اجازت اس بہانہ سے ملی ہوئی ہے اور اس طرح دل کی گہرائی سے باتیں کرنا کہ اس گفتگو سے محبوب بہت خوش ہوتے ہیں، بغیر تکلیف

کے نصیب نہ ہوتا ؂

اُپنے دیوانوں کی فریاد سے خوش ہوتے ہیں
پسِ دیوار کھڑے سُنتے ہیں شیون اُن کا

نیز گو وہ بیماری کے ازالہ کے لئے دل سے دُعائیں کرتا ہے لیکن دعاؤں کا اصلی مقصد بندگی اور دعا ہی ہے یعنی محبوب کی خوشامد، عاجزی، ہاتھ جوڑنا، اپنی احتیاج ظاہر کرنا، رونا وغیرہ لیکن قلب کے اندر بیماری کے دُور ہونے نہ ہونے پر کوئی التفات نہیں بلکہ ہر حال میں خوش ہے، اسی طرح حُکم سمجھ کر دَوا علاج کی تدبیر بھی کرتا ہے کہ اس میں اپنی عبدیّت کا اظہار اور سُنّت پر عمل کرنے کا ذوق ہی کار فرما ہے ورنہ وہ تو شافیِ مطلق اور حقیقت میں شفا دینے والا اپنے محبوب ہی کو سمجھتا ہے اس لئے جب دَوا سے شفا نہیں ہوتی تو پریشان نہیں ہوتا نہ ہی معالج پر غصّہ ہوتا ہے بلکہ سمجھتا ہے کہ میرے محبوب کی اس وقت یہی مرضی ہے کہ مجھے تکلیف رہے، اس سے میرا تزکیہ ہو، میرے مراتب بُلند ہوں اور جب شفا میں میرا فائدہ ہوگا تو شفا بھی وہی دیں گے ؂

درد از یار است درماں نیز ہم
دل فدائے اوشد وجاں نیز ہم

دُنیا میں جنّت والی زندگی حاصل کرنے کا طریقہ

آپ کو گذشتہ اَوراق میں دُنیاوی جنّت کا ثبوت اور اس کی نعمتوں کا حال اور اہلِ جنّت کی صفات معلوم ہوگئیں، اب ہم اس جنّت کے حصول کا طریقہ بیان کرتے ہیں، گذشتہ اوراق میں یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس جنّت کا دار و مدار اعمالِ صالحہ اور تعلّق باللہ پر ہے جو دوامِ ذکر اور دوامِ اطاعت کی توفیق ہونے

پر ہے مگر اس کے حاصل کرنے کے لئے کچھ کام کرنا پڑتا ہے، کام کی تفصیل رسالہ محبت، فیضِ شیخ اور رسالہ ابتدائی اذکار میں ملاحظہ فرما کر عمل میں لائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ دارین کی نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ یہاں اس بات کو بیان کرنا ہے کہ عمل کرنے کے لئے کچھ وقت اور مال وجان کی قربانی کی ضرورت ہے اور ہمہ تن اسی راستے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے کہ جنت جیسی چیز اس قدر سستی بھی نہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال وجان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ اب قیمت ادا کر کے جنت حاصل کر لو، اس قیمت کی ادائیگی میں یعنی مال وجان اور توجہ کو خرچ کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ حرص وطمع، شیطانی دھوکہ اور مادیت کے ماحول کا غلبہ ہے ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے صفت قناعت کا پیدا ہونا ضروری ہے اسی صفت کی وجہ سے دنیا کی زندگی جنت بن جاتی ہے اس سے بڑھ کر قناعت کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس کے بدلے دارین کی جنت حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس صفت کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے اس کے مستقل کچھ فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

فضائلِ قناعت

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ وعم نوالہ کا فرمان ہے کہ اے ابنِ آدم! تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو غنیٰ سے پُر کر دوں گا اور تیرے فقر کو زائل کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تجھے مشاغل میں پھنسا دوں گا اور تیرا فقر زائل نہیں کروں گا۔

متعدد احادیث میں مختلف الفاظ سے یہ مضمون وارد ہوا ہے، حضرت عمران بن حصینؓ، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص

عہ فضائلِ صدقات، اکمال الشیم و مکتوبات صدی۔

ہمہ تن اللہ جلّ شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جائے، اسی کا بن جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ہر ضرورت کو خود پورا فرماتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو روزی عطا فرماتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص دُنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے اسی کے فکر میں ہر وقت رہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو دُنیا کے حوالے کر دیتے ہیں کہ تُو دُنیا سے نبٹ لے حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی پوری توجہ اور آخری مقصد دُنیا کمانا ہو اسی کے لئے سفر کرتا ہے اسی کا خیال دل میں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فقر و فاقہ (کا خوف) اس کی آنکھ کے سامنے کر دیتے ہیں (ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ آمدنی تو بہت کم ہے کیا ہو گا کیونکر گذر چلے گا) اور اس کے اوقات کو (اسی فکر و تردّد میں) پریشان کر دیتے ہیں اور ملتا اتنا ہی ہے جتنا کہ مقدر ہوتا ہے اور جس شخص کی توجہ اور حقیقی مقصد آخرت ہوتی ہے اسی کے کاموں کے لئے سفر کرتا ہے، اسی کا خیال دل میں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ (دُنیا سے بے نیازی اور بے فکری اور) استغنا اس کے سامنے کر دیتے ہیں اور اس کے احوال کو مجتمع کر دیتے ہیں اور دنیا خود بخود ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔

خود بخود ذلیل ہو کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مقدر ہے وہ تو آ کر رہے گی اس لئے کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ روزی خود آدمی کو ایسا تلاش کرتی ہے جیسا کہ موت آدمی کو تلاش کرتی ہے، جب وہ خود اس کی تلاش میں ہے اس کے پاس آنے پر مجبور ہے اور اس کی طرف سے استغنا ہے تو وہ بہر حال اس کے پاس آ کر رہے گی، اس سے زیادہ ذلّت کیا ہو گی کہ وہ خود اس کے پاس آئے اور یہ لاپرواہی برتے،

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس چیز کی طلب میں لگ جائے جو اللہ جل شانہٗ کے پاس ہے آسمان

اس کا سایہ ہو، زمین اس کا بستر ہو، دُنیا کی کسی چیز کا اس کو فکر نہ ہو تو ایسا شخص بغیر کھیتی کئے روٹی کھائے گا، بغیر باغ لگائے پھل کھائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر اس کا توکل ہو اور اس کی رضا کی جستجو میں لگا رہتا ہو، اللہ جل شانہٗ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو اس کی روزی کا ذمہ دار بنا دیتے ہیں اور وہ سب کے سب اس کو روزی پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اس کو حلال روزی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے اور وہ بغیر حساب کے اپنی روزی پوری کر لیتا ہے۔

(فضائل صدقات ص ۳۶۶)

حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا منتہائے مقصد دُنیا ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ چار چیزوں میں مُبتلا فرما دیتے ہیں۔ ایک ایسا غم جو کبھی بھی ختم نہ ہو (کہ ہر وقت آمدنی بڑھانے کی فکر میں لگا رہے گا) ایک ایسا شغل جس سے کبھی وقت بھی فراغت نہ ہو، ایک ایسا فقر جو کبھی بھی مستغنی نہ بنائے کہ جتنی آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی خرچ زیادہ ہو کر آمدنی کم ہی معلوم ہو اور ایسی لمبی لمبی اُمیدیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوں

ایک حدیث میں حُضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں پر زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم پر زمین کی برکات ڈال دے، کسی نے عرض کیا، یا رسُول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) زمین کی برکات کیا چیز ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ دُنیا کی رونق۔

ایک حدیث میں اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ہے کہ جب تم وسعت کو آتے دیکھو تو کہو کہ کسی گناہ کی سزا میں آ رہی ہے اور جب فقر و فاقہ کو آتے دیکھو تو کہو صالحین کا شعار آ رہا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو دیکھا کہ چونے سے مکان کی تعمیر کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ موت اس سے زیادہ قریب ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ دنیا دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پانی میں چل رہا ہو، کیا کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہے کہ پانی میں چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔

حضورؐ کے اس ارشاد سے تمہیں ان لوگوں کی جہالت کا اندازہ ہو گیا ہو گا جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بدن تو دنیاوی لذتوں سے منتفع ہو رہے ہیں لیکن ہمارے دل دنیا سے پاک ہیں اور ہمارے قلبی تعلقات دنیا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ یہ تخیل شیطان کا ان لوگوں کے ساتھ ایک مکر ہے بلکہ ان لوگوں کے پاس سے دنیا کو اگر چھین لیا جائے تو اس کے فراق میں ایک دم بے چین ہو جائیں، پس جس طرح پانی میں چلنے سے پاؤں لامحالہ بھیگتے ہیں اسی طرح دنیا کے ساتھ تعلق و اختلاط دل میں ظلمت ضرور پیدا کرتا ہے۔

ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جو شخص بازار جائے اور کسی چیز کو دیکھ کر اس کے خریدنے کی رغبت پیدا ہو اور ناداری کی وجہ سے اس پر صبر کرے تو وہ ایک ہزار اشرفیاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ فقراء نے تین چیزیں پسند کیں اور مالداروں نے تین چیزیں پسند کیں، فقراء نے تو نفس کی راحت، دل کا فراغ اور حساب کی تخفیف پسند کی اور مالداروں نے نفس کی مشقت، دل کی مشغولی اور حساب کا لمبا ہونا پسند کیا!

فقیہ ابو اللیثؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص امیدوں کو مختصر رکھے حق تعالیٰ شانہٗ چار قسم کے اکرام اس پر کرتے ہیں۔

۱۔ اپنی طاعت پر اس کو قوت دیتے ہیں اور جب اس کو عنقریب

موت کا یقین ہو جاتا ہے تو عمل میں خوب کوشش کرتا ہے اور ناگوار چیزوں سے متأثر نہیں ہوتا۔

۲۔ اس کا غم کم ہو جاتا ہے۔

۳۔ روزی کی تھوڑی مقدار پر راضی ہو جاتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور کر دیتے ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تُو قیامت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دنیا میں ایسے گذار دینا جیسا کہ مسافر سواری پر جاتا ہے کہ کہیں ذرا ٹھہر جائے، اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرنا اور کپڑے کو اس وقت تک بیکار کر کے نہ چھوڑنا جب تک کہ اس پر پیوند نہ لگ جائیں۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص دنیا کی زینت اور اس کی رونق کو دیکھے اور وہ اچھی لگے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے گھر جا کر گھر والوں کو نماز میں مشغول کر دے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے لا تمدن عينيك الآية (طٰہٰ) اور ہرگز آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں ان چیزوں کی طرف جو ہم نے ان دُنیا داروں کو دے رکھی ہیں تاکہ ان کا امتحان لیں، یہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رَبّ کا عطیہ جو آخرت میں ملے گا اس سے بدرجہا بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے۔"

دوسری جگہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔ لا تمدن عينيك الآية (حجر) آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس (زیب و زینت) کو جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ رح

فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک کی دولت سے نوازا ہو پھر وہ دُنیا کی کسی چیز کی طرف بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھے اس نے قرآن پاک کو بہت کم سمجھا (یعنی اس کی قدر نہ کی) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ فقر بہت محمود چیز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ شخص قناعت کرنے والا ہو، لوگوں کے پاس جو اموال ہیں ان میں طمع نہ رکھتا ہو، ان کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرتا ہو اور نہ مال کے کمانے کی اس میں حرص ہو، اور یہ سب چیزیں جب ہی ہو سکتی ہیں جب کہ آدمی اپنے اخراجات میں نہایت کمی کرنے والا ہو، کھانے میں، لباس میں، مکان میں کم سے کم اور مجبوری کے درجہ پر کفایت کرنے والا ہو، اور گھٹیا سے گھٹیا چیز پر قناعت کرنے والا ہو۔ اگر کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو ایک مہینہ کے اندر اندر کی ضرورت کا تخیل ہو اس سے آگے کسی چیز کی طرف اپنے خیال اور دھیان کو نہ لگائے، اگر اس سے آگے کی سوچ میں پڑ جائے گا تو قناعت کی عزّت سے محروم ہو کر حرص و طمع کی ذلّت میں پھنس جائے گا اور اس کی وجہ سے بُری عادتیں پیدا ہو جائیں گی، مکروہ چیزیں اختیار کرنا پڑ جائیں گی، اس لئے کہ آدمی حریص بالطبع ہے۔

حُضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی کے لئے دو جنگل سونے کے ہو جائیں تب بھی وہ تیسرے کی فکر میں لگ جائے گا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک سورۃ اتنی بڑی کہ جتنی کہ سورہ براءۃ ہے نازل ہوئی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئی، اس میں سے یہ مضمون یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس دین کی مدد ایسے (فاسق اور کافر) لوگوں سے بھی کر دیتے ہیں جن کا کوئی حصّہ دین میں نہ ہو اور اگر آدمی کے لئے دو جنگل مال کے ہو جائیں تو وہ تیسرے کی تمنّا کرتا ہے، آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص **توبہ** کرلے تو حق تعالیٰ شانہٗ توبہ کو قبول کرتے ہیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ دو حریص آدمیوں کا

کبھی پیٹ نہیں بھرتا ایک وہ شخص جو علم کا حریص ہو (اس کو علمی چسکہ لگ گیا ہو کسی وقت اس کا دل نہیں بھرتا۔) دوسرا وہ شخص جو مال کا حریص ہو اور چونکہ آدمی کی جبلت میں یہ مہلک چیز ہے۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ شانہ نے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قناعت کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مبارک ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نوازا ہو اور صرف ضرورت کے بقدر اس کی روزی ہو اور وہ اس پر قانع ہو۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص غریب ہو یا امیر ایسا نہ ہوگا جو اس کی تمنّا نہ کرتا ہو کہ کاش دنیا میں اس کو صرف، ضرورت کے درجہ کی روزی ملتی، اس سے زیادہ نہ ملتی۔

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے اور مال کمانے میں زیادہ کوشش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگو! مال کے حاصل کرنے میں اچھّا طریقہ اختیار کیا کرو (بُرے طریقوں سے نہ کماؤ) اس لئے کہ آدمی کو مقدر سے زیادہ تو ملتا نہیں اور جو مقدّر ہے وہ بہر حال مل کر رہے گا۔ آدمی اس وقت تک مر ہی نہیں سکتا جب تک اِس کا جو مقدّر حصّہ ہے وہ ذلیل ہو کر اور مجبور ہو کر اس تک نہ پہنچ جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تُو متقی بن جا سب سے بڑا عبادت کرنے والا ہو جائے گا۔ اور (کم سے کم مقدار پر) قناعت کرنے والا بن جا، تو سب سے زیادہ شکر گزار ہو جائے گا۔ اور اپنے بھائی کے لئے بھی اس چیز کو پسند کر جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو کامل مومن بن جائے گا۔

قناعت والے کے عمل کا درجہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ اسے

تھوڑی روزی پر راضی رہے حق تعالیٰ شانہٗ بھی اس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے منہاج العابدین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ عالم آدمی کی دو رکعتیں کہ جس کا قلب زاہد ہو، منتہائے زمانہ تک ہمیشہ ہمیشہ عبادت کرنے والوں کی عبادت سے بہتر اور پسندیدہ ہے اور الحکم میں ہے جو عمل تارک الدنیا کے قلب سے ہو وہ تھوڑا نہیں اور جو عمل دُنیا کے حریص خدا تعالیٰ کے غافل کے قلب سے ہو وہ زیادہ نہیں۔

اور فرمایا ــــ کہ ذلّت کی شاخیں بجز تخم طمع کے اور کسی چیز سے نہیں پھیلتیں۔ یعنی ذلّت کے درخت کی شاخیں حرص اور لالچ کے بیج سے دل میں جمتی اور پھیلتی ہیں۔ یعنی ذلّت ہمیشہ حرص سے پیدا ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب حرص مال کی یا جاہ کی کسی شخص کو ہو گی تو اس کو خلق کے ساتھ تعلّق اور ان کی التجا بھی ضرور قلب میں ہو گی اس لئے کہ مال وجاہ کا حصول بدون اس کے دشوار ہے اور اس کے قلب میں چونکہ روگ موجود ہے اس لئے ہمیشہ لوگوں کی خوشامد اور ان کی طرف قلب کی نگرانی ضرور رہے گی اور یہی بڑی ذلّت ہے اور طمع ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے اور عزّت حقیقی یہ ہے کہ قلب کو غیر اللہ سے تعلّق نہ ہو، سب سے مستغنی ہو۔ یہ دولت حرص کو چھوڑنے اور قناعت کی صفت پیدا ہونے سے میسّر ہو گی۔

اکابر کی حکایات قناعت کے بارے میں

اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر قدیم اولیاء اللہ نے جس طرح عمل کر کے دکھایا اس کے بہت عجیب وحیرت انگیز قصے

فضائل صدقات، نزہۃ البساتین وغیرہ کتب میں درج ہیں جن کو پڑھ کر قلوب میں قوت تو پیدا ہوتی ہے لیکن اکثر یہ بھی خیال آجاتا ہے کہ آج کل یہ باتیں کہاں ہیں اور کیسے ممکن ہیں، اس خیال کی وجہ سے اتباع کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اس لئے بندہ حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہم کی آپ بیتی سے اپنے اِسی دَور کے اکابر کے واقعات نقل کرتا ہے جن کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اب تک موجود ہیں اور ہمیں ان اکابر سے ارادت یا تلمذ کا تعلّق بھی ہے جو اتباع کے لئے معین ہے اور تعلّق کا پورا نفع بھی ان کی اتباع ہی میں ہے۔

واقعات لکھنے سے پہلے ایک پُر لطف حکایت لکھتا ہوں، ایک دفعہ بصرہ میں سخت خشک سالی پھیلی، لوگ نماز و دعا و زاری کے لئے میدان میں جانکلے ہزار چیختے چلاتے ہیں مگر فریاد سُنی نہیں جاتی، آسمان پر بدلی کا نام و نشان نہیں۔ اتفاقاً ادھر سے کوئی شخص گذر رہا تھا اس نے دیکھا کہ ہزاروں اشخاص جمع ہیں، دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہیں اور آنکھیں کُھلی ہوئی ہیں، آنسو برس رہے ہیں لیکن پانی نہیں برستا، اس کا جی نہ مانا، اس کی شفقتِ عام موجزن ہوئی۔ کہنے لگا۔ " اے اللہ! بطفیل اس بھید کے جو ہماری آنکھ میں ہے پانی برسا" اتنا کہنا تھا کہ جھُوم کے بدلی آئی اور ٹوٹ کے پانی برسنے لگا، اس جماعت میں ایک شخص جو سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سُن رہا تھا۔ دَوڑتا ہوا اس کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچ کر اس سے باتیں کرنے کا موقع ملا۔

اس نے کہا "اے شیخ عصر ہماری ایک عرض ہے؟ وہ بولا فرمایئے، اس نے التماس کی کہ وہ کون سا سِر حضور والا کی چشم مبارک میں پنہاں ہے جس کو شفیع لانے سے پانی فوراً برسا، اس نے کہا۔ اے بھائی، نہ ہم ولی نہ پیر نہ فقیر جیسے سب عوام الناس ویسے ہی ایک بندہ گنہگار، ہم بھی ہیں۔ صرف اتنی سی بات ہے کہ ان آنکھوں نے

حضرت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کو بایزید سمجھ کر دیکھا ہے، یہ دیکھنا جو رنگ نہ دکھائے، یہ دیکھنا جو کمال نہ ظاہر کرے، تعجب ہے اگر باتیں ان بزرگوں کی دل کے لیئے جان ہیں توکل افعال وصفات ان کے بند کشا وحل کنندہ مہمات ہیں۔

بندہ کے ناقص خیال میں یہی سر ایک زیارت کرنے سے صحابی ہوجانے میں ہے اور یہی سر لفظ مبارک اَللّٰہ کے اسم اعظم ہوجانے میں ہے اور یہی سر بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت ہر دعا کے قبول ہونے کا ہے کہ یہ بات بعد میں عادتاً باقی نہیں رہتی۔

اب سنو اپنے بزرگوں کا زہد وقناعت اور جس درجہ کا فیض حاصل کرنا چاہو اسی نظر سے ان کو دیکھ لو ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں،

(۱) حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت ہی اہتمام سے ہمیشہ دیکھا کہ انہوں نے اپنی تنخواہ کو ہمیشہ اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھا۔

میرے حضرتؒ (حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہٗ) کی تنخواہ مظاہر العلوم میں چالیس اور حضرت شیخ الہندؒ کی دار العلوم دیوبند میں پچاس روپے تھی، ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوتی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کردیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے۔

(۲) حضرت حکیم الامت تھانویؒ جب جامع العلوم کانپور میں مدرس اول بن

کر تشریف لے گئے، تو حضرتؒ کی تنخواہ پچیس روپے تھی لیکن حضرت تھانویؒ اس کو زائد ہی سمجھتے رہے۔ حضرت تھانویؒ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں طالبعلمی کے زمانے میں جب کبھی اپنی تنخواہ سوچا کرتا تھا تو زیادہ سے زیادہ دس روپے سوچتا تھا۔ پانچ روپے اپنی ضروریات کے لئے اور پانچ روپے گھر کے خرچ کے لئے۔ بس اس سے زیادہ تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہیں گئی، نہ اس سے (زیادہ کا اپنے کو) مستحق سمجھتا تھا، "تذکرۃ الخلیل" میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے بھوپال جانے کی تقریب کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ اجمیر کی ایک صد ماہوار کی تنخواہ اور بریلی کی انسپکٹری مدارس کو چھوڑ کر دار العلوم میں تیس روپے ماہوار پر اکابر کے مشورہ سے تشریف لے آئے تھے اس کے بعد بھوپال کے مدار المہام صاحب نے جو حضرت مولانا کے والد حضرت مولانا مملوک علی صاحب کے شاگرد تھے بحق صاحبزادگی مولانا کو بھوپال تین سو روپے ماہوار پر بلانا چاہا۔ مولانا نے یہ جواب تحریر فرمایا:-

لا حاجۃ فی نفس یعقوب الا قضاھا۔ یعقوب کی جو کچھ دلی حاجت تھی وہ پوری ہو چکی کہ بقدر ضرورت معاش کے ساتھ اہل اللہ کا قرب اور علمیہ دینیہ خدمت نصیب ہو گئی، لہٰذا اب کہیں آنے جانے کا خیال نہیں۔

تذکرۃ الرشید صـ۵۵ میں اعلیٰ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ طلب علم کے بعد متاہل بھی ہو چکے تھے اور اپنا بار کسی دوسرے پر ڈالنا نہیں چاہتے تھے کہ اس دوران میں ایک جگہ سے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانے کی ملازمت سات روپے میں آئی، آپ نے مرشد اعلیٰ سے اجازت چاہی، اعلیٰ حضرت نے منع فرما دیا، آپ نے فرمایا اس کو منظور نہ کرو اور زیادہ کی آوے گی، چند ہی روز گزرے تھے کہ سہارنپور کے رئیس نواب شائستہ خان نے اپنے بچوں

کی تعلیم کے لئے دس روپے تنخواہ پر بلایا، حضرت امام ربانی جو دنیا کی نگاہ میں بہت اونچے تھے مگر اپنی نگاہ میں ارزاں تھے۔ اس لئے دس روپے کو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھ کر قبول کر لیا اور ۶ ماہ یہ ملازمت اختیار فرمائی کہ کسبِ حلال کا یہ فریضہ بھی ادا ہو جائے اور بعد والوں کے لئے تعلیم پر اجرت لینے کا راستہ بھی کھل جاوے۔

حضرتِ اقدس شیخ نوّر اللہ مرقدہم اپنے قرآن پاک کے استاذ اور کاندھلہ کے جملہ اکابر کے استاذ حافظ منگتو کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے ان کو صرف دو روپے ماہوار پر رکھا تھا، پندرہ بیس سال کے بعد سات روپے تک پہنچے تھے، اس وقت میرے کاندھلہ کے بہت سے اکابر کا علی گڑھ سے تعلّق وابستہ ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے بہت ہی کوشش کی کہ حافظ صاحب کو کاندھلہ سے علی گڑھ میں منتقل کریں اور ۴۰، ۵۰، ۶۰، ۱۰۰ روپے تک تنخواہ پیش کی، حافظ صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ایسے کا بٹھلایا ہوا ہوں کہ سات سو پر بھی نہیں جا سکتا۔

ارواحِ ثلاثہ میں لکھا ہے کہ مولوی امیر الدین صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی طلبی آئی اور پانچسو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ میں نے کہا۔ ابے قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحبِ کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بناء پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں۔ مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بناء پر جاؤں میں نے بہت اصرار کیا مگر نہ مانا۔

آقا و مرشد قطب العالم حضرت شیخ قدس سرہٗ کی ابتداء میں جب مظاہر علوم میں تنخواہ پندرہ روپے تھی تو علی گڑھ سے تین سو روپے تنخواہ کی پیش کش ہوئی اور حیدرآباد

سے آٹھ سو روپے ماہوار کی پیش کش ہوئی مع قیام کے لئے مُفت کوٹھی اور کہیں جانے آنے کے لئے مُفت کار مع ڈرائیور اور پٹرول خرچ وغیرہ اور حدیث پاک ہی کی خدمت کے لئے ہوئی مگر حضرت نے صاف انکار فرمادیا کہ مدرسہ مظاہر العلوم میں دینی خدمت ان کے نزدیک زیادہ افضل تھی۔ پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ سے بارہ سو روپے ماہوار کی بہت پُرزور پیش کش ہوئی، تقاضوں کے طویل خطوط کے علاوہ ارجنٹ جوابی تار آئے تو حضرت نے ایک کارڈ پر بغیر القاب و آداب کے صرف یہ مصرعہ لکھ دیا۔

ع مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ احسان ہوکر،

اور یہ حضرت والا کا ابتدائی دَور تھا۔ بعد کو تو یہ مقام ملا کہ کوئی اس قسم کی بات کرنے کی ان کے سامنے جرأت ہی نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت اقدس مولانا محمد یعقوب صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا ملفوظ سوانح قاسمی میں ہے کہ میں اپنے مکان کوچہ چیلاں میں رہتا تھا۔ مولانا (حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) بھی اس مکان میں آگئے۔ کوٹھے پر ایک جھلنگا پڑا ہوا تھا اس پر پڑے رہتے تھے، روٹی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی کئی وقت اس کو کھاتے تھے۔ میرے پاس روٹی پکانے والا نوکر تھا اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھاویں سالن دے دیا کرو، مگر بدقّت کبھی اس کے اصرار پر لے لیتے تھے، ورنہ وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑے رہتے تھے۔

تذکرۃ الرشید میں قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے متعلق لکھا ہے ایام طالب علمی میں آپ نے خورد و نوش کا دہلی میں کسی پر بار نہ ڈالا، تین روپے ماہوار آپ کے ماموں بھیجا کرتے تھے اسی میں روکھی سوکھی روٹی اور دال ترکاری وقت پر جو بھی آسانی سے مل گیا آپ نے کھائی، اور اس تین روپے میں کپڑے دُھلائی اصلاح خط یا جو کچھ ضرورت پیش آئی رفع کی، دہلی میں آپ کو کئی کیمیا گر اور مہوس

بھی ملے اور انہوں نے آپکی روش اور انداز کو دیکھ کر بہ نیّت محبّت بتانا اور آپ کو کیمیا کا بنانا سکھانا بھی چاہا مگر آپ کی زہد اور قناعت پسند طبیعت نے خود طمع یا حرص کرنی تو درکنار اس کا سیکھنا بھی گوارا نہ فرمایا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کئی شخص کیمیا بنانے والے ملے، دہلی میں ایک شخص نے بنا کر دکھلایا بھی۔ ایک شخص نے ہمیں اس کا نسخہ دیا۔ وہ میری ترمذی (حدیث کی ایک کتاب) میں پڑا رہا۔ مگر میں نے کبھی دھیان بھی نہیں کیا، طالب علمی میں تو کیا بعد میں کبھی وسوسہ بھی نہ آیا کہ لاؤ دیکھیں تو سہی کہ بنتی ہے یا نہیں،

گنگوہ میں جب آیا اتّفاق سے کتاب میں وہ نسخہ نکل آیا۔ ایک شخص کا نام لے کر فرمایا۔ وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے نسخہ کی نقل مانگی۔ ہمیں بخل کی ضرورت کیا تھی، ان کو نقل کرا دیا اور اصل کو اسی وقت پھاڑ دیا۔ اور اس کے بعد غالبًا حضرتؒ نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے بن گیا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز خود نوشت سوانح میں اپنے مدینہ پاک کے ابتدائی حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ چند ماہ سارے گھر والوں پر بہت عسرت کے گذرے ہیں۔ والد مرحوم نے مجبوری ایک مخلص سے پچاّس روپے قرض لے کر چاول خریدے۔ ایک وقت میں کھچڑی اور دوسرے وقت میں تیریج، یعنی (چاولوں کا پانی) پر گھر والوں کا گذر تھا اور یہ سلسلہ کئی ماہ رہا۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے حالات میں ہے کہ رائے پور کے ابتدائی قیام میں ایک روٹی ملتی تھی وہ بھی کہیں سے کچّی اور کہیں سے پکّی بغیر سالن کے۔ گاؤں سے کسی دن چھاچھ آجاتی تو اس سے حلق میں اُتاری جاتی، ورنہ پانی سے۔ حضرتؒ ارشاد فرماتے تھے کہ ہمارے یوپی کے ساتھی

تو اس ایک روٹی کو آدھی آدھی کر کے دو وقت کھاتے تھے اور میں پنجاب کا رہنے والا ایک ہی وقت میں کھالیتا تھا اور دوسرے وقت میں اللہ کا نام۔ باغ میں پتے تلاش کرتے تھے جن پر گذر ہو جائے، مختلف پتے بھی کبھی کبھی کھائے۔ اکثر مہمانوں کی چائے سے جو پتی بچتی تھی اس کو پکا کر اور باورچی خانہ میں جو پرانا گڑ مل جاتا تھا اس کو پکا کر شیرہ بنا کر اسمیں وہ پتی ڈال کر روٹی اس سے کھالیتا تھا۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ایک پھٹا ہوا کپڑا کسی کا پڑا ہوا تھا۔ ردی کر کے ڈال دیا گیا تھا۔ حضرتؒ نے اس کو اٹھا کر دھو کر پاک کر کے کئی تہ کر کے اس کو حافظ یوسف علی کی گھوڑی جہاں بندھتی تھی وہاں بچھالیا تھا ——— ، وہی بستر تھا وہی مصلّٰی تھا۔ چودہ سال اسی پر گذر گیا۔

خانقاہ میں ایک ہی لالٹین تھی اور خانقاہ میں سانپ بچھو کنکھجورے جنگل میں کثرت سے ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ ایک ٹوٹا ہوا بانس بستر کے قریب رکھا رہتا تھا اس کو کبھی زمین پر مار دیتا تھا کہ کوئی سانپ بچھو ہو تو بھاگ جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے متعلق آپ بیتی میں کئی قصّے لکھے ہیں۔ ان میں رمضان المبارک میں افطار و سحر دونوں وقت جنگل کے چند گولر اور پانی پر قناعت کرنا بھی لکھا ہے۔

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ جو زمانہ مولانا یوسفؒ کی خورد سالی کا گذرا ہے وہ بستی نظام الدین میں بڑی تنگدستی اور عسرت کا تھا، گھر میں کئی کئی فاقے ہو جاتے لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ بچے بوڑھے سبھی اس حال میں مست اور صبر و قناعت کے پیکر تھے۔

میرے آقا مرشد قطب العالم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ہر شعبے

یں قناعت کے چند نمونوں میں راقم الحروف کے چشم دید واقعات۔

واقعات کے بیان کرنے سے پہلے بندۂ حضرت کی صفت قناعت کی امتیازی شان عرض کرتا ہے کہ جس طرح حضرت کا تقویٰ و تواضع حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقویٰ کا نمونہ ہے جسمیں مغلوب الحال بزرگوں کا سا غلو اور تقویٰ کے نام سے عوام کے توہّمات نہیں ہیں بلکہ سُنّت و شریعت کی مطلوبہ حقیقت ہے اور تکلّف سے دُور ہے۔ اسی طرح حضرت کا زہد و قناعت بھی حقیقی زہد اور کمال سُنّت کا مظہر ہے۔

پہلی خصوصیّت یہ ہے کہ حضرت کی قناعت اضطراری نہیں بلکہ اختیاری ہے جیسا کہ ابتدائی دَور میں بڑی بڑی تنخواہوں کی پیش کشوں کو ردّ فرما دینے کے بیان میں معلوم ہو چکا، اور یہی بات حضرت کے اکابرین کے حالات میں بھی ملتی ہے کہ ان حضرات نے بقدرِ ضرورت بہت قلیل مقدار پر قناعت کرکے زیادہ کو قبول نہیں فرمایا، لیکن حضرت شیخ قدّس سرہٗ نے اپنے اکابر کا اتباع ہی نہیں بلکہ اس پر کچھ اضافہ بھی کرکے ان سے محبّت کی سچّائی کا ثبوت اس طرح دیا کہ کچھ عرصہ قلیل تنخواہ لے لینے کے بعد بالکل ہی بند کر دی اور جو شروع میں لے چکے تھے اس کو ایک دفعہ چندہ کے نام سے واپس کیا اور خدّام کی تعلیم کی خاطر دوسری بار تنخواہ ہی کے نام سے رقم داخل مدرسہ کی۔

گویا اوّل قلیل تنخواہ قبول کر لینے میں اپنے شیخ کی اتباع و اَدب کا جذبہ تھا اور پھر واپس کر دینے میں اپنے جدِ اعلیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی اتباع کا جذبہ کا تھا کہ انھوں نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے اصرار پر بیت المال سے تھوڑا سا وظیفہ قبول فرمایا تھا۔ پھر وفات کے وقت اس کے عوض میں اپنا ایک باغ دے دیا تھا۔

دوسری خصوصیّت :- اگرچہ غنیٰ اور زہد کا تعلق مال لینے سے نہیں صرف دل سے ہے ظاہر میں مال کی کثرت و قلّت پر ان صفات کا مدار نہیں لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کے حصول سے ناامیدی ہو اس کی طرف قلبی رغبت بھی نہیں رہتی اور اس کی طرف زیادہ خیال نہیں جاتا اور اگر کسی مرغوب چیز کا حصول آسان ہو اسباب موجود ہوں یا وہ چیز اپنے قبضہ ہی میں ہو اور اس کے استعمال میں کوئی شرعی و عرفی مانع بھی نہ ہو تو اس کو چھوڑنا بہت بڑا کمال ہوتا ہے۔

راقم الحروف کو اپنے آقا روحی رحی فداہ حضرت شیخ کا دور نصیب ہوا اس کو حضرت کی مبارک زندگی کا وسطانی دور کہا جاسکتا ہے۔ اسمیں ایک طرف حضرت کی خدماتِ علمیہ میں مجاہدہ اور عبادت میں کامل یکسوئی اور مشغولی تھی کہ دوسرے کسی مشغلہ میں ایک منٹ بھی صرف ہوجانا بہت گراں تھا۔ دوسرے ہر نوع کی فتوحات کا سلسلہ اور اس کے ساتھ ایک آٹو میٹک (خودکار) تجارتی کتب خانہ بھی چل رہا تھا۔ خودکار کا لفظ اِس لئے کہا کہ اس میں حضرت کی کسی قسم کی مشغولی یا فکر کو دخل نہ تھا۔ حتّٰی کہ کبھی دکان کے اندر بھی قدم نہ رکھا ہوگا۔ اس طرح سے دُنیا ذلیل ہوکر قدموں پر بچھا رہی تھی۔ آئندہ آنے والے واقعات اِس فتوحات کے زمانے کے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت کا اپنی حرص، طمع اور خواہش کا سارا مادہ حُبّ فی اللہ میں اس طرح صَرف ہُوا کہ صرف زُہد و قناعت ہی باقی رہ گیا، لیکن حضرت کے غنیٔ قلب نے اس پر بھی بس نہیں کی، اللہ کے راستے میں دریغ خرچ کی وجہ سے ہمیشہ مقروض ہی رہے اور اللہ کے فضل سے قرض لینے کی بھی ایسی صورت تھی کہ اس کے لئے کسی پر اظہار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

(تفصیل رسالہ شیخ اور اتباعِ سُنّت میں ملاحظہ فرمائیں)

اس لئے ایک بزرگ کو حضرت کی آمدنی اور خرچ کا تناسب دیکھ کر دستِ غیب

کاشبہ ہوگیا تھا، اب چند واقعات تحریر کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کی کرامت

(۱) تین چار سال کی عمر ایسی ہوتی ہے جس میں بچے دوسروں کے مال کو بلا تکلف اپنا ہی سمجھا کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہم کا زہد اس وقت سے شروع ہوگیا تھا جبکہ آپ کی عمر شریف چار برس کی تھی۔ اس وقت ایک موقع پر حضرت کے والد صاحب (حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ) نے حضرت پر ایک ہاتھ ایسے خلوص اور توجہ سے مارا تھا جو حضرت کو اخیر تک تفصیلاً یاد رہا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ دل میں یہ مضمون پختہ ہوگیا کہ اس دنیا میں اپنا کوئی مال نہیں۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہوتا جارہا ہے۔

(اس واقعہ کا مفصل حال آپ بیتی ۱ میں ملاحظہ کریں)

(۲) حضرت اقدس کی جب فقہ کی تعلیم شروع ہوئی یعنی قدوری کنز کی بسم اللہ شروع ہوئی تو حضرت والد صاحب نے بیس روپے انعام کے دیئے پھر ارشاد فرمایا کہ ان کا کیا کروگے؟ حضرت نے جواب دیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اکابر اربعہ حضرت سہارنپوریؒ، حضرت دیوبندیؒ، حضرت رائے پوریؒ اور حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پانچ پانچ روپے کی مٹھائی پیش کردوں، بڑی مسرت کے ساتھ اس کی تصویب فرمائی۔ پھر دریافت فرمایا کہ کونسی مٹھائی؟ حضرت شیخ نے متفرق مٹھائیوں کے نام لیے۔ فرمایا۔ لاحول ولا قوۃ۔ ان میں کون ایسا ہے جو مٹھائی کھائے گا ایسا کرو کہ پانچ روپے کی مصری (شکر) خرید کر حضرت سہارنپوری کی خدمت میں پیش کردو، ایک مہینے تک تمہاری ہی مصری کی چائے نوش فرمائیں گے، چنانچہ تعمیل کی گئی۔ بقیہ اکابر ثلاثہ کی خدمت میں پانچ پانچ روپے مختلف اوقات میں پیش کر دیئے گئے۔ ان حضراتؒ نے بڑی مسرت سے قبول فرما کر دعائیں دیں۔

صفت قناعت حاصل کرنے کا دستور العمل

اکابر کے کمالات اور مراتب عالیہ کے حصول میں ان کی صفت قناعت کو بہت دخل ہے یہ صفت بہت سی صفات حمیدہ کے پیدا ہونے اور بہت سے رزائل کے دور ہونے کا ذریعہ ہے ــــــ یہ صفت قلب میں ذکر اللہ کے آثار مثل اللہ تعالیٰ کی محبت اور ماسویٰ سے تعلق کے ٹوٹنے سے اور تواضع کے پیدا ہونے سے حاصل ہوتی ہے جس کے لئے کسی شیخ کامل کی تربیت اور صحبت کی ضرورت ہے۔ شیخ کامل کی باضابطہ تربیت میں آنے تک مندرجہ ذیل تدابیر پر عمل کرنا ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔

(۱) یکسوئی کیساتھ چند منٹ فضائل صدقات حصہ اوّل و دوم کے مطالعہ کے لئے مقرر کرلیں، مگر مطالعہ سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ یا اللہ میرے دل سے حرص، طمع اور بُخل کو دُور فرما کر زہد و قناعت عطا فرما۔ اور روزانہ یہ نیّت تازہ کرلیا کریں۔ کہ میں اس کتاب کا مطالعہ محض معلومات حاصل کرنے کے لئے نہیں کرتا بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ اللہ کی پسندیدہ صفت قناعت میرے اندر پیدا ہو اور یہ مطالعہ حضرت شیخ کی صحبت کا بدل ہو جائے۔

عابد زاہد فقراء اور مساکین سے تعلق و صحبت رکھنا

(۲) مساکین کی دلداری کے لئے ان سے ملنا اور ان کا اکرام کرنا گو ثواب کی بات ہے لیکن انکی صحبت کا فائدہ یعنی صفت قناعت کا اپنے اندر آنا تب ہی ہوگا جب ان کو اپنے سے افضل سمجھتے ہوئے ان سے قناعت کی دولت لینے کی نیت سے ملا جائے۔

(۳) اور مشائخ حقہ میں سے جو آخر میں کتنے ہی شاہانہ شان و شوکت میں نظر آتے ہوں ان سے بھی زہد و قناعت حاصل کرنے کی نیّت سے ملاقات کرے کیونکہ حقیقی زہد انہی حضرات کو حاصل ہے کہ زہد و فقر کا تعلق مال کی کثرت و قلّت سے نہیں بلکہ اس کا تعلّق قلب سے ہے۔ حضرات مشائخ کے قلوب زہد و قناعت کی صفت سے رنگین ہوتے ہیں، ساری دُنیا کا مال بھی ان کے زہد پر اثر نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے کو ان پر قیاس کرتے ہوئے ان کی ریس کرکے ہلاکت میں نہ پڑے۔ شاہوں کا لباس غلاموں کو پہننا جرم ہے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

(۴) مشائخ کی کیمیا اثر صحبت اگر میسّر نہ ہو تو ان حضرات کی سوانح، ملفوظات اور حکایات ان کی صحبت کا بدل ہے اور علماء حضرات کے لئے احیاء العلوم کا مطالعہ بھی مفید ہے۔

(۵) مَوت کی کثرت سے یاد کرے کہ مر جانا ہے۔ دُنیا چھوڑ جانا ہے بلکہ دنیا کی چیزیں جو ہماری اپنی ملکیت میں ہیں وہ مرض الموت ہی میں خود ہی ہمارے تصرف سے نکل جائیں گی۔ اِس سلسلہ میں حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کا رسالہ "موت کی یاد" مطالعہ میں رکھنا مفید ہے۔

(۶) بموجب حدیث پاک اجملوا فی الطلب، مال کی طلب میں میانہ روی رکھے، ضرورت سے زائد مال بڑھانے میں سرگرداں نہ ہو۔ اور اپنے کو ذلت، مشقّت اور مصروفیت کے عذاب سے بچا کر فراغت کی نعمت حاصل کرکے اپنے وقت کو اپنے مقصدِ زندگی یعنی عبادت میں صرف کرے، اور یہ بات کہ کمانا بھی عبادت میں شمار ہے یہ اسی وقت ہے جبکہ کھانے، پہننے اور رہنے کے لئے مکان وغیرہ

اصلی ضروریات کے لئے کمانے کی ضرورت ہو۔ آگے فضولیات، جائیداد بنانے اور جمع کرنے کے لئے کمانا ہرگز عبادت نہیں، اگر حلال طریقے سے ہو تو صرف مباح ہوگا۔

قلیل روزی پر قناعت کرنا،

قلیل روزی پر قناعت کی فضیلت گذر چکی ہے یہ جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب آدمی پانچ باتوں کا اہتمام کرے:۔

اوّل یہ کہ اپنے غیر ضروری اخراجات ختم کرے اور غیر ضروری کی پہچان یہ ہے کہ جس کے نہ ہونے سے اپنے قویٰ اور حالات کے لحاظ سے شدید تکلیف یا ذلت نہ اُٹھانی پڑے وہ غیر ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ تنہا آدمی کو ایک جوڑا کافی ہے کئی کئی جوڑے بنانے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی معمولی روٹی سالن پر گذر ہوسکتا ہے،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو خرچ میں میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر نہیں ہوتا۔ غیر ضروری اخراجات کی ایک پہچان یہ ہے کہ جس چیز کے خریدنے کا داعیہ پیدا ہو اس کو فوراً نہ خریدے بلکہ دوسرے وقت پر ٹال دے، نفس کو کہے کہ آئندہ ہفتہ خریدیں گے، اب اگر اس کے بغیر بلا مشقّت اور بلا ذلّت گذارہ ہوجائے تو سمجھ لو کہ وہ غیر ضروری ہے، اشیاء ضروریہ کی خرید میں اس کا خیال رکھے کہ مضبوط اور کم قیمت والی چیز خریدے، نفاست، خوبصورتی اور فیشن کے خیال سے مہنگی چیز نہ خریدے، کیونکہ قلیل آمدنی والے کے لئے نفیس چیزیں خریدنا اسراف ہے اور مال کی نعمت کی ناشکری ہے جس پر تنگی اور بے برکتی کا عذاب بصورت پریشانی آتا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ضروریاتِ اصلیہ کے علاوہ اگر کوئی چیز زیادہ گراں ہو جائے تو ہم اس کو اپنے لئے ٹکے سیر کر لیتے ہیں، یعنی اس کو خریدنے کا خیال چھوڑ دیتے ہیں۔ اب وہ چاہے کتنی گراں ہو ہمیں کچھ فکر نہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک وہ ٹکے سیر بہت سستی اور بے کار ہے۔

دوسرے یہ کہ بقدرِ ضرورت میسّر ہو تو آئندہ کی فکر میں نہ پڑے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وعدہ پر اعتماد کرے کہ حق تعالیٰ نے روزی کا ذمّہ لے رکھا ہے شیطان، آدمی کو ہمیشہ آئندہ کی سوچ میں ڈالے رکھا کرتا ہے کہ کچھ ذخیرہ فنڈ کے طور پر جمع رکھنا چاہیئے آدمی کے ساتھ حرج بھی لگا ہُوا ہے۔ بیماری بھی لگی ہوئی ہے۔ وقتی اخراجات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ پھر تجھے دقّت اور مشقّت ہو گی، ان خیالات کی وجہ سے اس کو مشقّت اور آئندہ کے فکر اور سوچ میں پریشان رکھا کرتا ہے اور پھر آدمی کا مذاق کرتا ہے کہ یہ بے وقوف آئندہ کی تکلیف کے ڈر سے جو موہوم ہے اِس وقت کی یقینی مشقّت اور تکلیف اُٹھا رہا ہے اور عمرِ عزیز کے قیمتی لمحات کو موہوم میں ضائع کر رہا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ارشاد فرمایا کہ اپنے اُوپر زیادہ غم سوار نہ کرو جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا اور جتنی روزی تمہاری ہے وہ آکر رہے گی۔ (رزق سے مُراد صرف کھانا ہی نہیں بلکہ یہ لفظ تمام ضروریاتِ اصلیہ کو شامل ہے)

حُضور کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مؤمن بندے کو روزی اس جگہ سے عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔ اور قرآن پاک میں بھی یہ مضمون وارد ہے

تیسرے: اِس امر پر غور کیا کرے کہ تھوڑے پر قناعت میں لوگوں سے استغناء کی کتنی بڑی عزّت حاصل ہے اور حرص وطمع میں لوگوں کے سامنے کتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے، اس کو بہت اہتمام سے غور کیا کرے کہ اس کو ایک تکلیف

ضرور برداشت کرنی ہے یا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلّت یا اپنے نفس کو لذیذ چیزوں سے روکنے کی اور یہ دوسری چیز (یعنی تکلیف) جو ہے اس پر اللہ کے یہاں ثواب کا بھی وعدہ ہے اور پہلی میں آخرت کا وبال ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں آدمی اُن کو حق بات کہنے سے رُک جاتا ہے۔ اکثر دین کے بارے میں مداہنت کرنی پڑتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی عزت اس کا لوگوں سے استغنا رہے اسی وجہ سے مشہور مقولہ ہے کہ جس سے تُو استغنار کرے تُو اس کا ہم سر ہے (یعنی اس سے دبنے پر مجبور نہیں ہے) اور جسکی طرف احتیاج پیش کرے اُس کا قیدی ہے اور جس پر احسان کرے اُس کا حاکم ہے (ہاتھ پھیلانا صرف پیسے مانگنے ہی میں نہیں ہوتا ملازمت، مزدوری اور بڑی تجارتوں میں بھی دُوسروں سے سوال کرنے اور انکی مدد حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے)

دُنیادار اور مالداروں کے انجام کو سوچا کرے۔ یہود و نصاریٰ اور بے دین ثروت والوں کا انجام سوچے اور انبیاء و اولیاء کا انجام سوچے انکے حالات کو غور سے پڑھے پھر تحقیق کرے پھر اپنے نفس سے پُوچھے کہ اللہ کے مقرب لوگوں کی جماعت میں شریک ہونا پسند کرتا ہے یا احمقوں اور بے دین لوگوں کی مشابہت پسند کرتا ہے۔

پانچویں یہ کہ مال کے زیادہ ہونے میں جو خطرات ہیں ان کو غور کیا کرے کہ کتنے مصائب اس کے ساتھ ہیں جب آدمی ان پانچوں چیزوں کو غور کرتا رہے گا تو تھوڑے پر قناعت آسان ہو جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وہ شخص فلاح کو پہنچ گیا جو مسلمان ہو اور تھوڑی روزی دیا گیا ہو اور حق تعالیٰ شانہ نے اس کو اس پر قناعت عطا فرما

رکھی ہو۔ حضرت فضالہ بن عبید رضؓ حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مُبارک ہے وہ شخص جس کو اسلام لانے کی توفیق ہو گئی ہو اور اسکی آمدنی بقدرِ ضرورت ہو اور اسپر وہ قانع ہو۔

(۷) اگر بلا وقت اور بلا وقت خرچ کیلئے خود بخود ضرورت سے زائد مال آجائے یا خرچ میں مذکورہ بالا کفایت شعاری کے طرز کی وجہ سے جو مال بچ جائے تو اس کو جمع کر کے اپنے ذمّہ حساب اور اس کی حفاظت اور اس کے دنیوی و اخروی مجملہ مطالبوں کا مال مول نہ لے بلکہ جلد کسی کارِ خیر میں خرچ کر کے اپنے اصلی گھر جمع کرا دے جہاں ہمیشہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا اور بہت زیادہ ہو کر ملے گا۔ البتہ اگر اللہ ہی کے راستے میں کسی جگہ خرچ کرنے کے لئے جمع کی ضرورت ہو تو ضرورت متعیّن کر کے اِس نیّت سے جمع کرے اور اس میں اپنے کو بجائے مالک کے امین سمجھے۔ پھر فوراً خرچ کرنا یا جمع کرنا دونوں کاموں کا ثواب برابر ہوگا۔ من اعطی للہ ومنع للہ واحب للہ وابغض للہ فقد استکمل الایمان۔ جس نے اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا اور اللہ کے لئے محبّت کی اور اللہ کے لئے بُغض رکھا اُس نے ایمان کی تکمیل کر لی۔

حضرت اقدس شیخ نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ اقدس رائے پوری شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ کے وصال کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا۔ حضرت رحؒ کا معمول تھا کہ جو کچھ کہیں سے آتا وہ فوراً ہی تقسیم فرمادیتے کہ یہ اور آگیا اور وصال سے کچھ زمانہ پہلے اپنے سب کپڑے بھی خدّام پر تقسیم فرما دیئے تھے۔ اور اپنے مخلص خادم (خلیفۂ خاص) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے ارشاد فرمایا کہ بس اب زندگی کے جتنے دن باقی ہیں تم سے کپڑے مستعار لے کر پہن لیا کریں گے۔

ایک دفعہ تبلیغی جماعت کے ایک دوست نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے

کے لئے پیسے جمع کرنے کا اپنا طرزِ عمل بیان کیا کہ مثلاً سردیوں میں گرم شیروانی بنوانے کا خیال آیا تو دل کو سمجھا دیا کہ فی الحال کمبل موجود ہے صبح شام کی سردی میں اسی سے گذارہ ہوسکتا ہے اور دن کو ایسی سردی ہی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اور ضروریات کے بارے میں قناعت کرکے بہت سی بچت ہوجایا کرتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔ القناعة مال لا ینفد یعنی قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ بے مقصد جمع کرنے اور فضولیات میں خرچ کرنے کو چھوڑ دینے سے اور جمع شدہ کو اپنی ہمت کے مطابق آگے چلاتے رہنے سے ان شاء اللہ صفت قناعت حاصل ہوجائے گی۔

وباللہ التوفیق اللّٰھم قنعنا بما رزقتنا وبارک لنا فیما اعطیتنا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی

حضرت ابودرداء رضہ ایک مرتبہ شاگردوں کے مجمع میں تشریف لائے، فرمایا کہ دُنیا دار بھی کھاتے ہیں اور ہم بھی کھاتے ہیں۔ وہ بھی کپڑا پہنتے ہیں، ہم بھی پہنتے ہیں اور ان کے پاس جو ضرورت سے زائد مال ہے وہ اس کو کام میں تو لاتے نہیں صرف دیکھتے ہیں کہ ہاں یہ مال ہے۔ مال کو دیکھ ہم بھی لیتے ہیں (جو دوسروں کے پاس ہوتا ہے لہٰذا دیکھنے میں تو ہم اور وہ برابر ہیں کام میں وہ بھی نہیں لاتے ہم بھی نہیں لاتے) لیکن ان کو اپنے مال کا حساب دینا پڑے گا اور ہم حساب سے بری ہیں کہ ہمارے پاس ہے نہیں۔ عنقریب وہ دن آنے والا ہے کہ وہ اس کی تمنا کریں گے کہ

کاش وہ ہم جیسے ہوتے اور ہم اس کی تمنا نہیں کریں گے کہ ہم ان جیسے ہوتے۔

سب سے زیادہ سمجھ دار کون —؟

فقہا کی ایک جماعت کا مذہب جن میں حضرت امام شافعیؒ بھی ہیں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیّت کر کے مرجائے کہ میرے مال سے اتنا مال ایسے لوگوں کو دے دیا جائے جو سب سے زیادہ سمجھ دار ہوں تو وہ مالِ وصیّت زاہد لوگوں کو دیا جائے گا اس لئے کہ حقیقی سمجھ دار وہی ہیں۔ (ردمختار)

امام کبیر، عارفِ شہیر شیخ عبداللہ حارث بن اسد محاسبیؒ کا ارشادِ گرامی،

حضرت امامؒ نے ایک مرتبہ ان علماء کا جو دنیا کی طرف مائل رہتے ہیں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس بھی تو بہت مال تھا۔ یہ بیوقوف لوگ صحابۂ کرامؓ کا ذکر اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ ان کو مال جمع کرنے میں معذور سمجھنے لگیں۔ شیطان ان کے ساتھ مکر کرتا ہے اور ان کو ذرا بھی پتہ نہیں چلتا۔ اے احمق، تیرا ناس ہو جائے تیرا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے مال سے استدلال کرنا یہ شیطان کا مکر ہے۔ وہ یہ الفاظ تیری زبان سے نکلواتا ہے تاکہ تُو ہلاک اور برباد ہو جائے۔ جب تُو نے یہ کہا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مال شرافت اور زینت کے لئے جمع کیا تو تُو نے اِن سرداروں کی غیبت کی اور تُو نے ان کی طرف بڑی سخت چیز منسوب کردی۔ اور جب تُو نے یہ سمجھا کہ حلال طریقہ سے مال کا جمع کرنا اس کے ترک سے افضل ہے تو تُو نے حضورِ اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور تو نے نعوذ باللہ ان کو انجان بتایا جبکہ انہوں نے تیری طرح سے مال جمع نہ کیا اور جب تو نے یہ خیال کیا کہ حلال طریقہ سے مال کا جمع کرنا اس کے ترک سے افضل ہے تو تو نے یہ دعوی کر دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے ساتھ خیر خواہی نہیں فرمائی جبکہ انہوں نے مال جمع کرنے کو منع فرمایا۔ آسمان کے رب کی قسم، تو نے اپنے اِس دعوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حال پر نہایت شفیق تھے، ان کے خیر خواہ تھے، ان پر بڑے مہربان تھے، ان پر بہت رحم کرنے والے تھے۔

ارے احمق، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، اپنے فضل و کمال کے باوجود، حضورؐ کے صحابیؓ ہونے کے باوجود، اپنے احسانات کے باوجود، اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ کرنے کے باوجود، اپنے تقویٰ کے باوجود اور ان حضرات میں ہونے کے باوجود جن کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ اور وہ عشرہ مبشرہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان سب کمالات کے باوجود صرف اپنے مال کی وجہ سے قیامت کے دن میں رُکے رہے اور فقراء مہاجرین کے ساتھ جنت میں تشریف نہ لیجا سکے، پھر تیرا ہم لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو دُنیا کے دھندوں میں پھنسے رہیں اور تعجب اور سخت تعجب اس فتنہ میں پڑے ہوئے سے ہے جو حرام اور مشتبہ مال کی گڑبڑ میں آلودہ ہو اور لوگوں کے مَیل صدقات کا مال کھاتا ہو، شہوتوں اور زینت اور تفاخر میں وقت گزارتا ہو اور پھر وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے مال سے استدلال کرے۔

اس کے بعد علامہ محاسبیؒ نے صحابۂ کرامؓ کے بہترین حالات ذکر کرنے

کے بعد کہا کہ یہ حضرات مسکنت کو پسند کرنیوالے تھے، فقر کے خوف سے بے فکر تھے، اپنی روزی میں اللہ جل شانہٗ پر پورا اعتماد کرنیوالے تھے اور تقدیر پر راضی رہنے والے تھے، مصائب پر خوش ہونے والے تھے، ثروت میں شکرگزار، غربت میں صبر کرنیوالے تھے، اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے والے تھے، جب ان کے پاس فقر آجاتا تو اس کو مرحبا (بہت اچھا کیا آیا) کہنے والے تھے۔ اس کو صلحاً کا شعار کہتے تھے۔ تُو خدا کی قسم کھا کر بتا کیا تیرا بھی یہی حال ہے، تُو ان کی مشابہت سے بہت دُور ہے۔ تیرا حال ان کے حال کی بالکل ضد ہے۔ تُو غنا کے وقت سرکش ہو جاتا ہے۔ ثروت کے وقت اکڑنے لگتا ہے۔ تُو مال کے وقت میں خوشی میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمت کا شکر بھی بھول جاتا ہے۔ تکلیف کے وقت اللہ کی مدد سے نااُمید ہو جاتا ہے۔ مصیبت کے وقت ناک مُنہ چڑھانے لگتا ہے اور فقر پر ذرا بھی راضی نہیں ہوتا۔ تُو فقیروں سے بغض رکھتا ہے، مسکنت پر ناک چڑھاتا ہے۔ تُو مال اِس لئے جمع کرتا ہے کہ دُنیا میں تنعم اختیار کرے اور اس کی رونق سے دل بہلائے، اس کی لذتوں میں اور شہوتوں میں مزے اُڑائے، وہ حضرات دُنیا کی حلال چیزوں سے اتنا الگ رہتے تھے۔ جتنا تُو حرام چیزوں سے بھی علیحدہ نہیں رہتا۔ وہ معمولی لغزش کو اتنا سخت سمجھتے تھے جتنا تُو حرام اور کبیرہ گناہ کو بھی سخت نہیں سمجھتا۔

کاش تیرا عمدہ سے عمدہ اور حلال مال بھی اُن کے مشتبہ مال کے برابر ہوتا اور کاش تُو اپنے گناہوں سے ایسا ڈرتا جیسا وہ اپنی نیکیوں کے قبول نہ ہونے سے ڈرتے تھے۔ کاش تیرا روزہ ان کے افطار کے برابر ہو جاتا۔ (کہ ان کا افطار کرنا بھی اللہ کے واسطے تھا جس پر ثواب تھا)

اور کاش تیرا رات کو جاگنا بھی ان کے سونے کے برابر ہو جاتا۔ اور کاش

تیری عمر بھر کی نیکیاں اُن کی کسی ایک نیکی کے برابر ہو جائیں۔ ارے کمبخت، تیرے لئے یہی مناسب تھا کہ تُو دنیا سے صرف اتنا حاصل کرتا، جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے کاش تو دُنیا داروں کے مال سے عبرت پکڑتا کہ وہ میدانِ حشر میں حساب میں پکڑے ہُوئے ہوں گے۔ اور تو پہلے ہی زمرہ میں حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ جنّت میں چلا جاتا کہ نہ تو میدانِ حشر میں روکا جاتا نہ تجھ پر لمبا چوڑا حساب ہوتا۔ اس لئے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ میری اُمّت کے فقراء ان کے مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنّت میں جائیں گے (انتہی کلامہ)

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام اہلِ آسمان اور ساکنانِ زمین کی طاعتوں کے برابر عبادت کرے اور دُنیا کی محبّت اس کے دل میں ہو تو اس کو آفتابِ قیامت کی جھُلسا دینے والی دھوپ میں ایک ہیبت ناک بُرج پر لے جائیں گے اور منادی پُکار کر کہیں گے۔

یا اَھلَ القیامہ ھذا رجلٌ احبّ ما ابغض اللہ ۔ یعنی اے قیامت والو۔ یہ وہ آدمی ہے کہ خدا نے جس کو مردود کہا تھا اس کو دوست رکھتا تھا۔

مال کی کثرت اور حرص کا دُنیاوی راحت و سکون کے حاصل ہونے میں لغو ہونا، مختلف مثالوں اور سچّے لوگوں کے اقوال سے خوب واضح ہو گیا اور مالداروں کے احوال میں غور کرنے سے یہ حقیقت ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے ہمارے مخاطب کیونکہ اہلِ ایمان ہی ہیں جن کو صادق مصدوق نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات پر یقین اپنے مشاہدات سے بھی زیادہ ہونا چاہیئے، اس لئے ہم یہاں حدیث پاک ہی سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں قُربِ قیامت کے فتنوں کے زمانہ کے متعلّق ارشاد فرمایا کہ تم میں مال بہت ہو جائے گا، اتنا ہو جائے گا کہ غم میں ڈال دے گا۔ مالدار کو اُس شخص کا تلاش کرنا

جواس کے صدقہ کو قبول کرے مشکل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جس شخص کو فقیر خیال کر کے مال پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے تو مال کی ضرورت ہی نہیں ہے اور یہاں تک کہ لوگ اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے اور یہاں تک کہ ایک آدمی ایک آدمی کی قبر پرسے گذرے گا تو کہے گا کہ کاش میں اس کی جگہ دفن ہوتا۔ (یہ بخاری و مسلم کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے بحوالہ مشکوٰۃ)

ف ۔ یعنی تفکراتِ دُنیاوی کی زیادتی اور بے چینی کے باعث یہ آرزو کرے گا، مال کی تو وہ کثرت ہوگی اور پریشانیوں کا یہ حال ہوگا کہ زندگی پر موت کو ترجیح دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض مال کی زیادتی آرام کا موجب نہیں ہوسکتی، آرام و راحت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے جس کے حاصل کرنے کا طریقہ شروع رسالہ میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ تعلق باللہ اور اللہ کی یاد ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور یہی ذکر اللہ کی حالت دُنیا کی جنت ہے۔ اس کے حصول کے لئے جو اوپر قناعت کا بیان ہوا وہ بھی اسی لئے کہ ایک تو قانع آدمی کو ذکر اللہ کے واسطے فراغت مل سکتی ہے اور دوسرے دُنیا کی محبت سے دل کا فارغ ہونا بغیر قناعت کے حاصل نہیں ہوسکتا جو کہ تعلق کے لئے لازمی شرط ہے۔ کیونکہ جس دل میں دنیا یعنی مال وجاہ کی مُحبّت ہوگی اس دل میں ذکر اللہ کا اثر کرنا، اخلاص اور اللہ کی محبّت کا پیدا ہونا محال ہے، اسی چیز کو اصلاح و ہدایت کا حصول کہا جاتا ہے اسی کے لئے مشائخ عظام جو کہ دنیا کی محبّت کے بیمار قلوب کے معالج ہیں وہ ایسی تدابیر اختیار کراتے ہیں اور ذکر اللہ میں ایسی قیود اور شرط اور اس کے کرنے کے طریقے مریض کی حالت کے مطابق مقرر فرماتے ہیں جس سے دُنیا کی محبّت قلب سے نکل جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبّت پیدا ہو جائے اس لئے ذکر اللہ کو سیکھنے اور تعلق باللہ کو حاصل کرنے کے لئے اپنے کو کسی اہلُ اللہ کے سپرد کرنے کی ضرورت ہے

اس بات پر اس راستے کے تمام علماء ومشائخ کا اتفاق ہے۔

۵ ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ ، ملنے والوں سے راہ پیدا کر

آخر میں یہاں امام وقت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی ایک اہم وصیّت نقل کی جاتی ہے۔

حضرت کی وصیّت کے مبارک الفاظ نقل کرنے سے پہلے یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ مشائخ، خصوصاً مشائخ شاذلیہ سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں جب فتن وشرور کا دَور دَورہ ہوگا اور اختلافات کثیرہ رونما ہوں گے اور ایسے کامل مشائخ تک رسائی مشکل ہو جائے گی جن پر پوری طرح عقیدت اور مکمّل اعتماد کے ساتھ سلوک و احسان یعنی تعلّق باللہ کا راستہ طے کیا جائے۔ تو ایسے وقت میں خصوصیّت کے ساتھ موت کی یاد، جس سے ایک درجہ کا تزکیہ حاصل ہوتا ہے اور درود شریف کی غیر معمولی کثرت بیحد ضروری ہے جس سے بارگاہِ نبوی ؐ سے رابطہ پیدا ہو کر قلب میں ایک نُور پیدا ہوگا جو وصول الی اللہ کا ذریعہ اور شیخ کامل کا بدل بن جائیگا۔

حضرت شیخ ؒ کے ایک گرامی نامہ مورخہ ۱۴۰۱ھ میں فرماتے ہیں:۔

" دُرود شریف کے پڑھنے، سُننے، پھیلانے میں دونوں جہانوں کی خیر وصلاح مضمر ہے اور قُربِ الٰہی یقینی ہے۔ یہ سیہ کار ہمیشہ اپنے دوستوں سے عرض کرتا رہتا ہے کہ دل سے ہمیشہ موت کو یاد رکھو اور زبان سے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھتے رہو"

تالیفات

حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، شاذلی

۱۔ العطور المجموعہ
۲۔ تنویر الابصار
۳۔ مقبول وظیفہ
۴۔ مقبول وسیلہ..... شفاء الاقسام
۵۔ ربیع القلوب
۶۔ تقدیم وترجمہ جلاء الافہام (باب رابع) عربی / اردو
۷۔ میان دو کریم مع
۸۔ آداب الحرمین
۹۔ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ﷺ
۱۰۔ چند عبرت آموز واقعات
۱۱۔ محبوب العارفین
۱۲۔ بہجۃ القلوب
۱۳۔ حقیقۃ العلم ترجمہ فضل علم السلف علی الخلف
۱۴۔ مختصر۔ الحزب الاعظم
۱۵۔ مجالس ذکر
۱۶۔ محبت کا سودا
۱۷۔ صقالۃ القلوب
۱۸۔ اکابر کا تقویٰ
۱۹۔ اکابر کا احسان وسلوک
۲۰۔ اُمّ الامراض
۲۱۔ مقدمہ، ترتیب، ضمیمہ، برانوار الصلوٰۃ
۲۲۔ آداب النبی ﷺ
۲۳۔ مجالس درود شریف
۲۴۔ حقوق خاتم النبیین ﷺ میں درود شریف کا مقام
۲۵۔ محبت ہی محبت
۲۶۔ محبت ومحبوبیت
۲۷۔ وطن اصلی کی محبت
۲۸۔ تحفۂ عشاق
۲۹۔ ابتدائی اذکار واشغال
۳۰۔ شجرہ نقشبندیہ امدادیہ، خلیلیہ مع طریقہ ذکر
۳۱۔ فیض شیخ
۳۲۔ دنیا میں جنت
۳۳۔ دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت

۳۴۔ ایک نصیحت آموز اور ترغیبی خط

۳۵۔ حضرت شیخ کا ایک اہم گرامی نامہ

(مذکورہ بالا تین رسائل "ذکر و اعتکاف کی اہمیت" کے نام سے حضرت شیخ نے خود شائع کروائے تھے)۔

۳۶۔ فضائل نساء

۳۷۔ فضائل لباس

۳۸۔ وصال کے بعد

۳۹۔ ایک عظیم فتنہ

۴۰۔ محبت کے اشارے

۴۱۔ سہاگ رات

۴۲۔ محبت

۴۳۔ بیعت کے بعد

۴۴۔ حیات شیخ الاسلامؒ کا ایک ورق

مقدمہ: بیعت کی شرعی حیثیت

۴۵۔ تحدیث بالنعمہ (رسالہ "حضرت شیخ کے معمولات رمضان" میں مضمون)

۴۶۔ چند حقائق اضافہ بر رسالہ تنقید و حق تنقید

۴۷۔ صاف صاف باتیں

۴۸۔ اخلاص عشق و محبت اور کثرت ثواب والے اعمال

۴۹۔ مختصر سوانح حیات (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ج ۲ ص ۲۷۲)

۵۰۔ اَلطریق لمن فقد الرفیق

۵۱۔ العمدہ شرح الحزب

۵۲۔ امام وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا طریقۂ سلوک۔ مطبوعہ ماہنامہ سلوک و احسان محرم و صفر ۱۴۰۹ھ

۵۳۔ مقدمہ رسالہ "قلب"

۵۴۔ ابواب سعادت حصہ اول

۵۵۔ ابواب سعادت حصہ دوم

۵۶۔ ابواب سعادت حصہ سوم

۵۷۔ ایمان بالرسول ﷺ کے لوازمات

۵۸۔ انسانی مردے کھانیوالا گروہ

۵۹۔ مرقع اسلام

۶۰۔ ہمارے سلسلہ میں بیعت ہونیوالی خواتین کیلئے دستور العمل

۶۱۔ آسیب و سحر اور دوسرے خطرات سے حفاظت کیلئے "منزل" (مع حواشی مفیدہ)

۶۲۔ فیض شیخ کا مانع

۶۳۔ یہ ملاحت کدھر سے آئی؟

تحفۂ عشاق

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

قال اللہ تعالیٰ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

محبّت و محبوبیّت

یعنی (محبت و تعظیم کے ساتھ ہی اتباعِ سنت کا نتیجہ محبوبیّتِ خداوندی ہے)

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

ناشر

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد ابرار و خانقاہ اقبالیہ جلیلیہ

موبائل: ۰۳۰۰_۹۲۲۵۵۳۳

۰۳۲۱_۹۲۲۵۵۳۳